تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم — ۷/جنوری ۱۹۹۸ء — مدیر : حافظ عاکف سعید

قرآن مجید کی عظمت و فضیلت

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا : ''آگاہ ہو جاؤ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا : یارسول اللہ! اس فتنہ کے شر سے بچنے اور نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا : ''کتاب اللہ'' اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں' (یعنی اعمال و اخلاق کے جو دنیوی و اخروی نتائج و ثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں' قرآن مجید میں ان سب سے بھی آگاہی دے دی گئی ہے!) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں' قرآن میں ان کا حکم اور فیصلہ موجود ہے۔ (حق و باطل اور صحیح و غلط کے بارے میں) وہ قول فیصل ہے' وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے۔ جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور و سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا!) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا' اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا' اس کے حصہ میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا!)۔ قرآن ہی حبل اللہ المتین یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے' اور محکم نصیحت نامہ ہے' اور وہی صراط مستقیم ہے۔ وہی وہ حق مبین ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس کو گڑبڑ نہیں کر سکتیں (یعنی جس طرح اگلی کتابوں میں زبانوں کی راہ سے تحریف داخل ہو گئی اور محرفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کر اس کو محرف کر دیا' اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تاقیامت اس کے محفوظ رہنے کا انتظام فرما دیا ہے!) اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبر کا عمل اور اس کے حقائق و معارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کر لیا اور اب ہمارے حاصل کرنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ وہ علم قرآن میں جتنے آگے بڑھتے رہیں گے اتنی ہی ان کی طلب ترقی کرتی رہے گی اور ان کا احساس یہ ہو گا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے' جو ابھی ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے) اور وہ (قرآن) کثرت مزاولت سے کبھی پرانا نہیں ہو گا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد ان کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا' قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تفکر و تدبر کیا جائے گا اتنا ہی اس کے لطف و لذت میں اضافہ ہو گا!) اور اس کے عجائب (یعنی اس کے دقیق و لطیف حقائق و معارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

قرآن کی یہ شان ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے : ((انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ...)) ''ہم نے قرآن سنا جو عجیب ہے' رہنمائی کرتا ہے بھلائی کی' پس ہم اس پر ایمان لے آئے''۔ جس نے قرآن کے موافق بات کہی اس نے سچی بات کہی' اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحق اجر و ثواب ہوا' اور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اس نے عدل و انصاف کیا' اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اس کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب ہو گئی!!۔

(ترجمہ : ''معارف الحدیث'' مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

قیمت : 2 روپے

شمارہ : 1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بھارت دوستی کا مینڈیٹ

پاکستان کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے بھارت کے ایک سینئر صحافی کلدیپ نیئر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ "مجھے تو پاکستانی عوام نے مینڈیٹ ہی بھارت سے دوستی کے لئے دیا ہے"۔ قارئین ندائے خلافت اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم ایک مدت سے پاک بھارت تعلقات کی بحالی کے نقیب تھے اور ہیں۔ ہم دونوں ملکوں کے مابین کشیدگی اور محاذ آرائی کو بنیاد بنا کر غریب عوام کے خون سے کشید کئے ہوئے وسائل کو اسلحہ کی دوڑ میں جھونک دینے کے کبھی حامی نہیں رہے۔ پھر یہ کہ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح سے جب یہ پوچھا گیا کہ تقسیم ہند کے بعد پاک بھارت تعلقات کی نوعیت کیا ہوگی تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ جس نوع کے تعلقات کینیڈا اور امریکہ کے درمیان ہیں۔ ہم خوشگوار پاک بھارت تعلقات کے لئے کیا شرط عائد کرتے ہیں اس کا ذکر کرنے سے پہلے وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف سے یہ دریافت کرنا مناسب ہوگا کہ وہ کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں جو بھاری بھرکم مینڈیٹ ملا ہے وہ بھارت سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ملا ہے۔ کیا مسلم لیگ کے انتخابی منشور میں اس کا کوئی ذکر موجود ہے؟ کیا محمد نواز شریف اور مسلم لیگ کی مرکزی قیادت اپنے انتخابی جلسوں بلکہ کسی ایک انتخابی جلسے میں بھی یہ کہہ سکے کہ اگر عوام نے انہیں منتخب کیا تو وہ بھارت سے دوستانہ تعلقات قائم کریں گے؟۔ یقیناً عوام کی یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے کہ وہ بھول چکے ہوں گے کہ میاں محمد نواز شریف اپوزیشن لیڈر کی حیثیت سے اس وقت کی وزیراعظم بے نظیر بھٹو کو صرف اس لئے سیکورٹی رسک قرار دیتے تھے کہ بقول ان کے وہ بھارت سے بہتر تعلقات قائم کرنے کا رجحان رکھتی تھیں۔ لیکن وہ خود دوسری مرتبہ مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوتے ہی پاک بھارت دوستی خصوصاً دونوں ممالک کے درمیان زیادہ سے زیادہ تجارت کا پرچار کچھ اس انداز سے کر رہے ہیں جیسے ان کا اصل مشن ہی یہی ہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں انہیں آغاز ہی سے کٹر مسلم لیگی حلقوں خصوصاً پرو مسلم لیگ صحافتی حلقوں کی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور اس مزاحمت کی بنا پر وہ چند قدم پیچھے کی طرف ہٹ گئے۔ بعد ازاں عدلیہ حکومت جنگ کی وجہ سے کیونکہ کرسی کے لالے پڑ گئے تھے' للذا پاک بھارت دوستی کا کوئی ذکر اس دوران سنا نہیں گیا۔ لیکن اس بحران سے فاتحانہ انداز میں فارغ ہونے کے بعد میاں محمد نواز شریف نے بڑے پرزور انداز میں اپنے اس موقف کا اعادہ کیا ہے کہ انہیں تو عوام نے مینڈیٹ بھارت سے دوستی کرنے کے لئے دیا تھا۔

پاک بھارت تعلقات کو ماضی کے پچاس سال کے واقعات کے تناظر میں دیکھا جائے تو صورت حال خاصی مایوس کن نظر آتی ہے' اس سے قطع نظر کہ اس خرابی بسیار کا کون کتنا ذمہ دار ہے۔ مسلمانان پاکستان کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ بھارت سے تعلقات بھی استوار کئے جائیں اور اس کے منفی اثرات سے بھی بچا جائے۔ ہماری دانست میں یہ صرف اس طرح ممکن ہے کہ ہم اپنے نظریاتی تشخص کو پختہ کریں' دستور پاکستان میں سے 'منافقانہ دفعات کو خارج کریں اور ہر پاکستانی پر یہ واضح ہو کہ تقسیم ہند کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ مسلمانان ہند اپنے لئے ایک ایسے خطہ زمین کے خواہش مند تھے جسے وہ مثالی اسلامی فلاحی مملکت بنا سکیں۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس تصور کو پختہ تر کرنے کے بعد بھارت اور پاکستان کے درمیان آزادانہ آمد و رفت' وسیع پیمانہ پر تجارت' عوامی اور حکومتی سطح پر ہر شعبہ میں تعاون مسلمانان پاکستان کے لئے انتہائی مفید رہے گا' اس لئے کہ ہمارے پاس اللہ کے فضل و کرم سے ایک انتہائی مضبوط اور جاندار نظریہ ہے۔ ہم شمشیر قرآنی سے مسلح ہیں جو اذہان و قلوب کو مسخر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے جبکہ ہندو نظریاتی طور پر تہی دست ہے۔ للذا اس صورت میں بھارت سے تعلقات جتنے قریبی اور گہرے ہوں گے ہمارے لئے اتنے ہی مفید ہوں گے اور بھارتی ثقافت ناچ گانا اور بے حیائی و فحاشی' نغمہ قرآنی سے لبریز سینوں اور مسحور ذہنوں پر قطعی طور پر اثر انداز نہیں ہو سکے گا۔ للذا ہماری وزیراعظم پاکستان سے مودبانہ گزارش ہے کہ وہ بھارت سے دوستانہ تعلقات ضرور قائم کریں لیکن نظریہ پاکستان کی عملی تنفیذ شرط لازم ہے۔ ہم یہ تنبیہ کرنا اپنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس شرط کو پورا کئے بغیر بھارت سے دوستانہ تعلقات قائم کئے گئے تو سیکولر سطح پر ہم بھارت کا مقابلہ قطعاً نہیں کر سکیں گے اور اس کے نتائج انتہائی خوفناک ہوں گے۔

آخر میں ہم محترم وزیراعظم کی خدمت میں یہ گزارش بھی کریں گے کہ بھارت سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا نعرہ اگر صدر امریکہ بل کلنٹن کے جنوبی ایشیا کے دورے کو کامیاب بنانے کے لئے لگایا گیا ہے تو ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ پاکستان کے ماضی کے حکمران بھی امریکہ کو خوش کرتے کرتے ایوان اقتدار سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے امریکہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کیا لیکن اقتدار کو دوام نہ حاصل ہو سکا۔ OO

روزہ اور قرآن کی شفاعت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزہ رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: "اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اس کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا' خداوندا! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول کی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)۔

”سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے“

پاکستان کی نسبت بنگلہ دیش میں نظام خلافت کے قیام کا امکان دس گنا زیادہ روشن ہے

ملک کے اقتدارِ اعلیٰ پر ایک ہی صوبہ کی اجارہ داری قائم ہونے سے انتہائی خوفناک اور بھیانک ردعمل ظاہر ہو سکتا ہے !

بنگلہ دیش میں متحرک بھارتی لابی کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلام اور پاکستان کے حامیوں کو اخلاقی تائید فراہم کی جائے

میاں نواز شریف بنگلہ دیش میں طویل عرصہ سے محصور بہاری مسلمانوں کی واپسی کا بندوبست کریں

مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین کنفیڈریشن قائم کردی جاتی تو سقوطِ ڈھاکہ کا سانحہ پیش نہ آتا

بنگلہ دیش کے چھ روزہ سفر کے تاثرات و مشاہدات پر مبنی امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۶/ دسمبر ۹۷ء کے خطبہ جمعہ کی تلخیص ' از : نعیم اختر عدنان

خطبہ مسنونہ ' تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا : آج ماہ شعبان کا آخری جمعہ ہے اور چند ہی روز بعد رمضان المبارک کا برکتوں اور عظمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ روزہ کی غرض و غایت کے موضوع پر مختلف انداز سے میں اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی اظہار خیال کر چکا ہوں۔ عظمت صوم نامی کتابچہ کی انتہائی مختصر اور جامع تحریر سے میں آج بھی مکمل طور پر مطمئن ہوں۔ اس حوالے سے آپ ”عظمت صوم“ اور دیگر کتابچوں کا سیٹ حاصل کرلیں۔ ان شاء اللہ موضوع سے متعلق تمام مواد آپ حضرات کو اس میں مل جائے گا۔

آج میں اپنے اعلان کردہ موضوع ”دورۂ بنگلہ دیش کے تاثرات و مشاہدات“ پر گفتگو کروں گا۔ بنگلہ دیش میں محصور پاکستانیوں (المعروف بہاری مسلمان) کی کمیٹی کی جانب سے بھرپور توجہ دلانے پر میں نے بنگلہ دیش کے سفر کا ارادہ کیا۔ متذکرہ کمیٹی کے صدر جناب مجید نظامی ہیں جبکہ دیگر اہم عہدے داروں میں سید حسن شریف اور نوائے وقت کے معروف کالم نگار جناب میاں ظفیر احمد قابل ذکر ہیں۔ سید حسن شریف اور میاں ظفیر احمد کی خواہش پر میں نے بنگلہ دیش کے دورۂ کا پروگرام بنالیا۔ امریکہ کے دورۂ سے واپسی پر جب میں نے میاں ظفیر احمد اور سید حسن شریف سے رابطہ کیا تو ان دونوں صاحبان نے اپنی بعض ناگزیر مصروفیات کی بنا پر میرے ساتھ بنگلہ دیش جانے سے معذوری کا اظہار کیا۔ لیکن اس کے باوجود میں طے شدہ پروگرام کے مطابق بنگلہ دیش روانہ ہوگیا تاکہ وہاں کے حالات سے براہ راست واقفیت حاصل ہو سکے۔ یہ بات بھی میرے پیش نظر تھی کہ ”شنیدہ کے بود مانند دیدہ“ کے مصداق سنی سنائی بات آنکھوں دیکھی ہوئی حقیقت کی طرح تو نہیں ہو سکتی۔ بنگلہ دیش میں رابطہ عالم اسلامی کا دفتر بہت فعال اور متحرک ہے جس کے چیئرمین جناب میر قاسم علی ہیں۔ رابطہ کے پبلک ریلیشنز آفیسر جناب حفیظ الرحمٰن نے اس چھ روزہ سفر میں انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ ہمیں اپنی رفاقت مہیا کی۔

منبر و محراب

”بنگلہ دیش“ کی سرزمین کا میرا یہ پہلا سفر تھا' اگرچہ اس سے قبل میں ۶۸ء میں ”مشرقی پاکستان“ کا سفر بھی کر چکا ہوں۔ گویا اب وہاں ۳۰ سال کے وقفے سے میرا جانا ہوا۔ بنگلہ دیش میں ہماری کوئی جان پہچان نہ تھی مگر اس سفر کے دوران یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آئی کہ

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

وہاں جا کر بقول غالب میری اولین کیفیت کچھ اس طرح کی تھی کہ

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں
اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے

بنگلہ دیش میں اردو زبان کا نام و نشان سرے سے مٹ چکا ہے جبکہ انگریزی زبان بھی نہ ہونے کے برابر ہے' البتہ وہاں ہر طرف بنگلہ زبان کا غلبہ نظر آتا ہے۔ مرحوم مشرقی پاکستان ہی کے شہر ڈھاکہ میں نواب سر سلیم اللہ خان نے ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی تھی' گویا ڈھاکہ کو مسلم لیگ کی جائے ولادت کی حیثیت حاصل ہے۔ متحدہ بنگال میں مسلم لیگ کو بہت زیادہ تائید حاصل تھی' چنانچہ خواجہ ناظم الدین جیسا درویش شخص مسلم لیگ کی وزارت پر طویل عرصے تک فائز رہا جبکہ پنجاب میں تو مسلم لیگ کی ایک دن کیلئے بھی وزارت قائم نہیں ہو سکی تھی۔ علامہ اقبال جنہیں مصور و مفکر و مبشر پاکستان کی حیثیت حاصل ہے' نے بھی مستقبل کی اسلامی ریاست کا خواب صرف مغربی خطے کی حد تک ہی دیکھا تھا۔ مغربی اور مشرقی خطوں پر مشتمل آزاد و خود مختار پاکستان علامہ اقبال سمیت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے عالم واقعہ میں ایک حقیقت بنا کر دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست قائم فرما دی۔ علامہ اقبال کا تصور بھی زیادہ سے زیادہ "At least in the North west of India" کی حد تک ہی تھا' مگر اللہ تعالیٰ نے ”لدینا مزید“ کے اصول کی طرح ہمیں ہمارے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر ملک عطا کردیا۔ ۱۹۴۰ء میں منظور کردہ قرارداد پاکستان میں مشرقی اور مغربی خطوں پر مشتمل دو آزاد ریاستوں کے قیام کا ذکر موجود تھا مگر ۴۶ء تک کے عرصے میں پیدا ہونے والے جوش و خروش کی وجہ سے بنگال کی قیادت نے

قائداعظم محمد علی جناح پر دباؤ ڈال کر اصل قرار داد میں ترمیم کروا دی چنانچہ اس طرح دو حصوں پر مشتمل ایک ملک کا مطالبہ قرار داد میں شامل کر دیا گیا۔ دو آزاد ریاستوں کی بجائے ایک ریاست قائم کرنا ہماری غلطی تھی جس کا بعد میں ہمیں خمیازہ بھگتنا پڑا ہے۔ اگر مشرقی اور مغربی پاکستان کو ایک ریاست بنانے کی بجائے دونوں خطوں کے مابین کنفڈریشن قائم کر دی جاتی تو سقوط ڈھاکہ کا عبرت ناک سانحہ پیش نہ آتا۔

قرآن مجید کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں جب اللہ کی کتاب کو دیکھتا ہوں تو مجھے سورۃ انفال کی آیات میں تحریک پاکستان کا پورا نقشہ نظر آتا ہے۔ ہم نے قومی سطح پر کفران نعمت کا رویہ اختیار کیا اور نفاذ شریعت سے روگردانی کی جس کے نتیجے میں پوری قوم "نفاق" کی بدترین بیماری سے دوچار ہے۔ اسی نفاق باہمی کی وجہ سے آگ اور خون کا سیلاب عذاب الٰہی کی شکل میں اہل پاکستان پر ۱۹۷۱ء میں مسلط ہو چکا ہے۔ اگر ہم نے اب بھی اپنے موجودہ طرز عمل کو تبدیل نہ کیا اور ملک کو حقیقی اسلامی مملکت بنانے کی شعوری کوشش نہ کی تو پاکستانی قوم خدانخواستہ کسی نئے سانحے سے دوچار ہو سکتی ہے۔ ایک قوم کی بجائے لسانی، صوبائی اور مذہبی عصبیتیں ہماری پہچان بن چکی ہیں جبکہ کردار کا زوال اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ جو جتنا بڑا ہے وہ اسی نسبت سے اتنا ہی بڑا خائن ہے۔

عدالتی بحران کے نتیجے میں بین الاقوامی سطح پر ملک کی ساکھ بری طرح مجروح ہو چکی ہے۔ فوج کے علاوہ تمام قومی ادارے تباہ ہو چکے ہیں جبکہ بعض لوگ تو یہ بھی برملا کہہ رہے ہیں کہ اب فوج کو بھی تقسیم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ جسٹس سجاد علی شاہ نے جب ۹۶ء میں ججوں کی تقرری کے حوالے سے بے نظیر حکومت کے خلاف تاریخی فیصلہ دیا تھا اس وقت انہیں ہیرو قرار دیا گیا مگر جب جسٹس سجاد علی نواز شریف حکومت خلاف فیصلے دیئے تو ان کی بطور چیف جسٹس تقرری ہی کو متنازعہ قرار دے دیا گیا۔ جس انداز سے چیف جسٹس کی معطلی اور معزولی کے واقعات ہوئے ہیں پوری دنیا میں کسی جگہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اگر جسٹس سجاد علی شاہ کی بطور چیف جسٹس تقرری درست نہیں تھی تو یہ تین سال پہلے کیوں یاد نہیں آئی؟۔ سندھ سے تعلق رکھنے والے چیف جسٹس کی معزولی اور پنجاب سے صدر کی تقرری سے ملک کے اقتدار اعلیٰ پر ایک ہی صوبہ کی اجارہ داری قائم ہونے سے بڑا خوفناک اور بھیانک رد عمل ظاہر ہو سکتا ہے۔ ان واقعات کی وجہ سے شمالی اور جنوبی پاکستان کے مابین "دراڑ" پڑ گئی ہے۔ کالا باغ ڈیم ملک کے مستقبل کے اعتبار سے نہایت اہم ہے مگر ستم ظریفی کی بات تو یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم کی مخالفت میں اے این پی ہی پیش پیش ہے جو بد قسمتی سے حکمران جماعت کی حلیف جماعت ہے۔ اگر کالا باغ ڈیم نہ بنا تو پنجاب کی زمینیں بنجر ہو جائیں گی اور یہ خطہ صحرا میں تبدیل ہو کر رہ جائے گا۔

جس پاکستان کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا وہ بحمد اللہ ابھی قائم و دائم ہے لہٰذا غیر اسلامی دفعات کو ختم کر کے ملک سے دستوری منافقت کا خاتمہ کیا جائے، پارلیمانی کی بجائے حقیقی صدارتی نظام رائج کیا جائے تاکہ پاکستان اپنے قیام کے مقصد کی جانب پیش قدمی کر سکے۔

بنگلہ دیش اگرچہ آزاد خود مختار ملک کی حیثیت سے قائم ہے مگر عوامی لیگ کی بھارت نوازی کی وجہ سے وہاں بھارت کا اثر و رسوخ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ بنگلہ دیش میں متحرک بھارتی لابی کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلام اور پاکستان کے حامیوں کو اخلاقی تائید فراہم کی جائے۔ حسینہ واجد کی قیادت میں حکمران جماعت بھارتی ایجنٹ کا کردار ادا کر رہی ہے۔ چنانچہ "چٹاگانگ ہل کنٹریکٹ" کے مسئلہ پر بنگلہ دیش کی "نیشنل پارٹی" اپنی قائد خالدہ ضیاء کی قیادت میں حکومت کے خلاف رائے عامہ ہموار کر رہی ہے۔ بنگلہ دیش مذہبی جذبے کے اعتبار سے پاکستان کی پختون بیلٹ سے مشابہ ہے اور وہاں پاکستان کی نسبت نظام خلافت کے قیام کا امکان دس گنا زیادہ روشن ہے، اس لئے کہ بنگلہ دیش میں صوبہ پرستی کی لعنت کے علاوہ فرقہ پرستی اور لسانی عصبیت سرے سے موجود نہیں ہے۔

بنگلہ دیش کے دورہ کے دوران ہمارے سامنے پہلا تاثر یہ ابھر کر سامنے آیا کہ ہم نے مشرقی پاکستان کو بہت جلد بھلا دیا۔ جس طرح پاکستان میں قاضی حسین احمد کی غلطی کی وجہ سے یہاں بے نظیر کی حکومت قائم ہو گئی تھی ویسے ہی بنگلہ دیش کی جماعت اسلامی کی قیادت کے غلط فیصلے کی وجہ سے بنگلہ دیش میں حسینہ واجد کی قیادت میں بھارت نواز حکومت قائم ہو گئی ہے، جو بھارت کی بالادستی کی راہ ہموار کر رہی ہے۔

بنگلہ دیش میں چھیاسٹھ مختلف کیمپوں میں محصور اڑھائی لاکھ بہاری مسلمان بے کسی اور بے بسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں جنہیں ابھی تک پاکستان واپس نہ لانا مجرمانہ غفلت ہے۔ میں نے ڈھاکہ کے نزدیک "محمد پور" کے بہاری کیمپ جسے "Paris of the camps" کا نام دیا جاتا ہے، کا دورہ کیا مگر اس کیمپ کا متعفن ماحول اپنی حالت زار پر خود ہی نوحہ کناں تھا۔ پاکستان سے محبت رکھنے والے بہاری مسلمانوں کی حالت زار اور بے بسی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان محصور پاکستانیوں کی حالت اس شعر کا مصداق کامل نظر آتی ہے کہ ؎

ادھر سے آج وہ گزرے تو منہ پھیرے ہوئے گزرے
اب ان سے بھی ہماری بے کسی دیکھی نہیں جاتی

بہاری کیمپوں کے ارد گرد عیسائی مشنری کیمپ لگے ہوئے ہیں جو ان محصور مسلمانوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ان کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ میاں نواز شریف کے سابقہ دور حکومت میں سینکڑوں بہاری خاندانوں کو پاکستان میں آباد کیا گیا تھا مگر بے نظیر حکومت کے دور میں یہ سلسلہ تعطل کا شکار ہو گیا تھا۔ اب نواز شریف جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے بنگلہ دیش میں طویل عرصے سے محصور پاکستانیوں کی واپسی کا سلسلہ دوبارہ شروع کریں اور انہیں بہاریوں کے لئے بطور خاص پہلے سے تعمیر شدہ مکانات میں آباد کریں۔ بنگلہ دیش میں محصور بہاری مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ہم ۱۴/ اگست کی بجائے ۱۶/ دسمبر کو بنگلہ دیش کے یوم آزادی کی خوشیوں میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں، ہم کیسے بھارت کے ہندو شاعر "ٹیگور" کا لکھا ہوا ترانہ "سنار بنگلہ" اپنے حلق سے نیچے اتار سکتے ہیں۔ وزیر اعظم نواز شریف صاحب ان محصور پاکستانیوں کی واپسی کو جلد از جلد یقینی بنا کر ان مظلوموں کی آہوں سے بچیں، جن کا عرش پر خیر مقدم کیا جاتا ہے بقول شاعر ؎

ڈرو مظلوم کی آہوں سے جب اٹھتی ہیں سینوں سے
قبولیت ہے کرتی خیر مقدم چرخ سے آ کر

قرآن کی فریاد

ماہر القادری مرحوم

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ہاتھوں میں اٹھایا جاتا ہوں
دل نور سے خالی رہتے ہیں آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں سو بار رلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے چھ روزہ دورۂ بنگلہ دیش کی روداد

(۱۸ تا ۲۳ دسمبر ۱۹۹۷ء)

——— رپورتاژ : ڈاکٹر عبد الخالق ———

ہفت روزہ ندائے خلافت کی ۸/ اکتوبر ۹۷ء کی اشاعت میں امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خط ملتزم رفقاء تنظیم کے نام شائع ہوا تھا، جس کا رفقاء تنظیم کے علاوہ بہت سے احباب نے بھی مطالعہ کیا ہو گا۔ امیر محترم کی یہ تحریر اصلاً تو اجتماع ملتزم رفقاء (۲۶/ اکتوبر تا یکم نومبر) کے موقع پر مشاورتی اجتماع کی ذہنی تیاری کے لئے تھی، لیکن خط کے آخر میں پس نوشت کے حوالے سے امیر محترم نے اپنا رمضان المبارک تک کا پروگرام بھی دے دیا تھا جس میں ۱۵ تا ۲۲ دسمبر ۹۷ء دورۂ بنگلہ دیش کا ذکر بھی تھا۔

امیر محترم ۷ دسمبر ۹۷ء کو امریکہ اور برطانیہ کے ایک ماہ کے دورے سے واپس لوٹے۔ رمضان المبارک کی آمد میں بمشکل ۱۸ روز تھے۔ اسی دوران توسیعی مجلس عاملہ اور مرکزی مشاورت کے اجلاس بھی پہلے سے طے تھا۔ ان پے درپے مصروفیات کی بنا پر راقم الحروف تو امیر محترم کے بنگلہ دیش کے مجوزہ پروگرام ہی کو فراموش کر چکا تھا۔ تاہم مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۱۰ دسمبر ۹۷ء کو جب امیر محترم نے اپنے دورۂ بنگلہ دیش کی خواہش کا اعادہ کیا، تو بھی میں نے اس کو سنجیدگی سے نوٹ نہیں کیا۔

۱۱/ دسمبر کو امیر محترم کا فون آیا کہ میں رات ہی اسلام آباد روانہ ہو جاؤں تاکہ بنگلہ دیشی سفارت خانہ سے ویزا حاصل کیا جا سکے۔ یاد رہے کہ امیر محترم کو بنگلہ دیش کے دورہ کی دعوت پاکستان میں مقیم جناب سید حسن شریف (سیکرٹری جنرل، پاکستان سٹیزنز نیشنل کمیٹی فار ریجلیٹیشن آف سٹرینڈڈ پاکستانز) اور کراچی میں مقیم ممتاز صحافی اور نوائے وقت کے کالم نگار جناب میاں نظفیر احمد نے دی تھی۔ سید حسن شریف ان دنوں اسلام آباد آئے ہوئے تھے، لہٰذا طے ہوا کہ ان سے ملاقات کر کے ان کے ذریعے ویزا کے حصول کی کوشش کی جائے۔ میرا خیال تھا کہ بس ان سے ملاقات کی دیر ہے، باقی کام خود بخود ہو جائے گا۔ اگلے روز ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب شمس الحق اعوان کے ہمراہ سید حسن شریف سے ملاقات تو ہو گئی لیکن وہ اپنی دیگر مصروفیات نیز سفارتخانے میں عدم واقفیت کی بنا پر ہماری کوئی معاونت نہ کر سکے۔ اس صورتحال میں ہم نے خود ہی ویزے کے حصول کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ سفر چونکہ طے تھا لہٰذا ویزا کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ۱۱ بجے پاسپورٹ جمع کروائے اور اسی روز شام ساڑھے چار بجے ویزا سمیت پاسپورٹ ہمارے ہاتھوں میں تھے۔

بنگلہ دیش کے لئے (کراچی سے ڈھاکہ) ہفتہ میں چھ پروازیں جاتی ہیں۔ دو پی آئی اے کی، دو روز بیمان (بنگلہ دیش سرکاری ہوائی سروس) کی اور دو خلیج ایئرویز کی۔ پی آئی اے کی ۱۸ دسمبر کے لئے سیٹیں بک کروالی گئیں۔ جن حضرات نے امیر محترم کو دورۂ بنگلہ دیش کی دعوت دی تھی، انہوں نے اپنے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ وہ بھی امیر محترم کے ساتھ جائیں گے لیکن اپنی کچھ مصروفیات اور بعض گھریلو مجبوریوں کی بنا پر وہ تو ہمارے ساتھ نہ جا سکے لیکن چونکہ امیر محترم کا پختہ عزم تھا لہٰذا ہم طے شدہ پروگرام کے مطابق بنگلہ دیش کے لئے عازم سفر ہو گئے۔ سید حسن شریف صاحب نے بنگلہ دیش میں دو تین Reference دیئے تھے اور خود بھی ٹیلی فون پر رابطہ کر کے احباب کو امیر محترم کے پروگرام سے آگاہ کر دیا تھا لیکن ان حضرات سے ہماری براہ راست گفتگو نہ ہو سکی۔ اس صورتحال میں ہم اس کے لئے ذہناً تیار تھے کہ شاید ڈھاکہ ایئرپورٹ پر ہمیں کوئی Receive نہ کرے اور ہمیں خود ہی کسی ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد احباب سے رابطہ کرنا پڑے۔ لیکن آگے اللہ تعالیٰ نے ہماری خصوصی مدد فرمائی اور نہ صرف یہ کہ ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی بلکہ ہماری توقع سے بڑھ کر ہمارا یہ دورہ مفید اور کامیاب رہا۔ اللہ تعالیٰ نے دو نوجوان ہمیں ایسے مہیا فرما دیئے (جناب عبد الواحد اور جناب حفیظ الرحمٰن) جنہوں نے نہ صرف ہماری خدمت کا حق ادا کر دیا بلکہ ہر ہر لمحہ اور ہر ہر موقعہ پر ہماری ضروریات اور سہولیات کو پیش نظر رکھا، چاہے اس کے لئے انہیں خود تکلیف کیوں نہ اٹھانی پڑی۔ ان نوجوانوں کی وجہ سے ہمارا یہ دورہ نہایت کامیاب، کار آمد اور معلومات افزاء رہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

۱۸/ دسمبر کو ڈھاکہ کے لئے پی آئی اے کی فلائٹ کا وقت صبح ۸ بجے کا تھا۔ ہم ایک روز قبل ہی لاہور سے کراچی پہنچ چکے تھے۔ ۶ بجے قرآن اکیڈمی کراچی سے روانہ ہو کر ایئرپورٹ پہنچے تو معلوم ہوا کہ خراب موسم کی

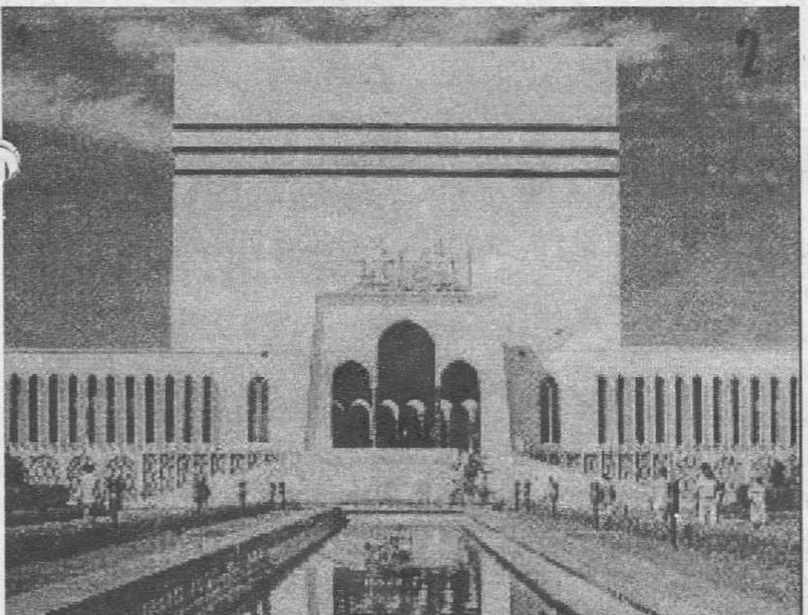

جامع مسجد بیت المکرم ڈھاکہ کی پرشکوہ عمارت کا خوبصورت منظر

وجہ سے فلائٹ ساڑھے چار گھنٹے تاخیر سے روانہ ہو گی۔ پنجاب اور سرحد میں گہری دھند کے باعث پروازوں کا شیڈول بری طرح متاثر ہو رہا تھا' لاہور سے کراچی کی فلائٹ بھی پانچ گھنٹے لیٹ تھی۔ انجمن خدام القرآن سندھ کے صدر جناب عبداللطیف عقیلی جو ہمیں ایئرپورٹ چھوڑنے آئے تھے' ہم انہیں واپس روانہ کر چکے تھے تاہم اسلم علوی صاحب ایئرپورٹ پر موجود تھے۔ اتنا وقت ایئرپورٹ پر گزارنا مشکل تھا لہٰذا ہم ان کے ساتھ امیر حلقہ سندھ و بلوچستان جناب نسیم الدین کے ہاں چلے گئے۔ وہاں ہم نے ایئرپورٹ سے مسلسل رابطہ رکھا' چنانچہ فلائٹ میں مزید چار گھنٹے کی تاخیر ہوئی اور ساڑھے چار بجے حتمی وقت کا اعلان ہو گیا۔ برادرم اسلم علوی صاحب اس پورے عرصہ کے دوران ہمارے ساتھ رہے۔ ایئرپورٹ سے رابطہ کا کام انہی کے سپرد تھا' انہی کی وجہ سے ہمیں صحیح معلومات بھی ملتی رہیں اور اس کے باوجود کہ ان کی نائٹ ڈیوٹی تھی' انہوں نے ہمارے لئے کافی ایثار کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ پھر یہ کہ اسلم علوی صاحب ہی ہمیں واپس ایئرپورٹ چھوڑ کر گئے۔

ڈھاکہ کے لئے پی آئی اے کی فلائٹ صبح ۸ بجے کی بجائے شام پونے پانچ بجے روانہ ہوئی۔ فلائٹ کا دورانیہ اگرچہ دو گھنٹے چالیس منٹ کا بتایا گیا تھا لیکن یہ پورے تین گھنٹے میں مقامی وقت کے مطابق پونے نو بجے ڈھاکہ ایئرپورٹ پر اتری (بنگلہ دیش کا معیاری وقت پاکستان سے ایک گھنٹہ آگے ہے)۔ امیر محترم اپنی گھٹنوں کی تکلیف کے باعث چونکہ ویل چیئر پر تھے لہٰذا امیگریشن کے لئے لائن میں لگنے کی زحمت سے بچتے ہوئے ہم جلد ہی ایئرپورٹ سے باہر آ گئے۔ ایئرپورٹ سے باہر تو آ گئے لیکن یہ کیا! وہاں تو ہمیں لینے کے لئے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ ایک تو ڈھاکہ میں جن لوگوں نے ہمیں Receive کرنا تھا' ان سے براہ راست کوئی رابطہ نہ ہو سکا تھا دوسرا فلائٹ اس قدر لیٹ (قریباً ۹ گھنٹے) ہونے کے باعث اندیشہ تھا کہ ہمارے میزبان انتظار کر کے واپس جا چکے ہوں گے۔ اب ہم اس شش و پنج میں تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ اجنبی دیس' اجنبی زبان اور جگہوں سے ناواقف ہم کہاں جائیں گے۔ ارادہ کیا کہ ٹیلی فون ڈائریکٹری نکال کر میزبانوں کے ٹیلی فون نمبرز تلاش کر کے رابطہ کیا جائے۔ اسی کیفیت میں تھے کہ اچانک ہمارے میزبان پہنچ گئے' انہوں نے امیر محترم کی ویل چیئر اور پریشان چہروں سے ہمیں پہچان لیا۔ دونوں نوجوان جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے' ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر ڈھاکہ شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔ ایئرپورٹ پر دو مزید نوجوانوں سے بھی رابطہ ہوا تھا لیکن بعد میں ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ امام الدین محمد طٰہٰ بن حبیب بھی ہمیں خوش آمدید کہنے ایئرپورٹ پر تشریف لائے تھے لیکن فلائٹ کے مسلسل لیٹ ہو جانے کے سبب موصوف واپس جا چکے تھے۔ ڈھاکہ ایئرپورٹ شہر سے قریباً ۱۲ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ شہر میں داخل ہوئے تو فوری طور پر دو چیزیں اجنبی محسوس ہوئیں' ایک سائیکل رکشہ اور دوسرے سائن بورڈ' جو ۹۹ فیصد بنگلہ زبان میں تھے' جس سے ہم کلیتاً نامانوس تھے۔ ہمارے میزبانوں نے ہماری رہائش کا انتظام ڈھاکہ شہر کے ایک ہوٹل میں کر رکھا تھا۔ اگلے چند روز ہمیں ہوٹل امپیریل پیلس کے کمرہ نمبر ۴۱۲ میں گزارنا تھے۔ یہ ہوٹل پرانا پلٹن روڈ پر ڈھاکہ کی

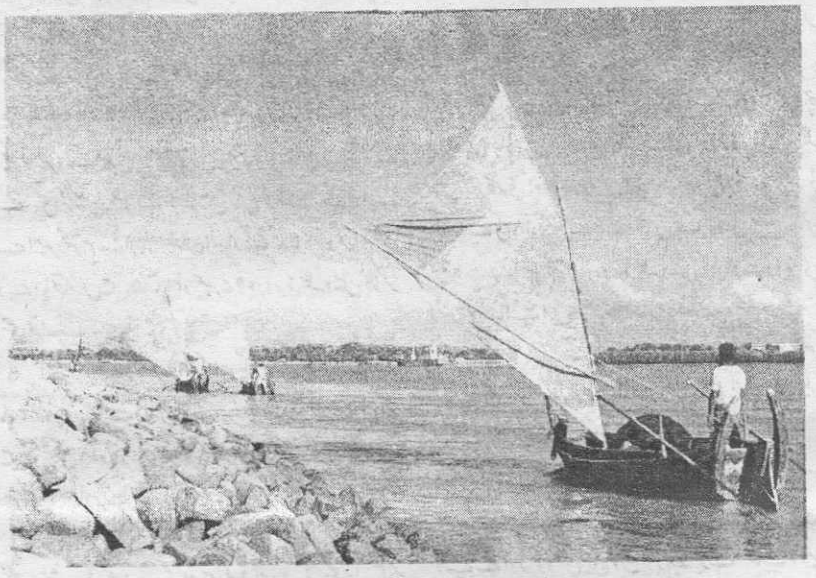

بنگلہ دیش کا روایتی مچھیرا اور بادبانی کشتی

معروف مرکزی مسجد بیت المکرم سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ہوٹل کے کمرہ میں مسجد بیت المکرم کے موذن کی خوش الحان آواز جو بالکل مسجد الحرام کی اذان کا نمونہ تھی' صاف سنائی دیتی تھی۔ رات کے کھانے کا باقاعدہ اہتمام تھا' لیکن فلائٹ لیٹ ہونے کے سبب اس پروگرام کو منسوخ کرنا پڑا۔ ہوٹل کے کھانے ہی سے ہماری مہمان نوازی کا آغاز ہو گیا۔ بچپن سے سنتے آئے تھے کہ "مشرقی پاکستان" کے رہنے والوں کی روایتی غذا ماچھ بھات (مچھلی اور چاول) ہے' اگرچہ ڈھاکہ شہر کے لئے تو یہ روایت درست معلوم نہیں ہوئی۔ تاہم چاول کا استعمال تو بہت عام ہے لیکن مچھلی کی جگہ مرغ کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے اس لئے کہ شہروں میں تو مچھلی کافی مہنگی بھی ہے' کچی مچھلی ۱۰۰ ٹکہ کلو کے قریب ہے (بنگلہ دیش کی کرنسی کی قیمت پاکستانی روپے سے چند پیسے زیادہ ہے) گندم کی چپاتی شوق سے کھائی جاتی ہے۔ بہرحال بنگلہ دیش میں ہمارا پہلا کھانا ماچھ بھات ہی تھا۔ برادرم عبدالواحد اور حفیظ الرحمٰن نے کمال محبت سے ہمیں خوش آمدید کہا' انتہائی چاہت کا اظہار کیا اور پھر اردو زبان کے استعمال کی وجہ سے مافی الضمیر کی ادائیگی میں بھی رکاوٹ نہ تھی۔ ابتدائی گفتگو ہی میں اجنبیت کے تمام پردے ہٹ گئے۔ دوران سفر اور ایئرپورٹ پر ابتدائی لمحات میں جن خدشات کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ اب دور ہو چکے تھے اور اس کی جگہ خوشگوار مسرت اور اطمینان نے لے لی۔ امیر محترم کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر آ گیا

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

لگے ہاتھوں اپنے میزبانوں کا کچھ تعارف بھی کروا دیا جائے۔ برادرم محمد عبدالواحد کی عمر قریباً ۳۵ سال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے' جس کا اظہار ان کی بھرپور Activities سے ہوتا ہے۔ موصوف اسلامیات میں ڈاکٹریٹ کی تیاری کے ساتھ ساتھ رابطہ عالم اسلامی میں ملازمت کرتے ہیں (ڈھاکہ قیام کے دوران "رابطہ" کی گاڑی مع ڈرائیور مستقل ہمارے استعمال میں رہی)۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ علامہ اقبال سنگست (سوسائٹی) کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ علامہ اقبال سنگست پتری (سہ ماہی مجلّہ) کے ایڈیٹر ہیں۔ الامین فاؤنڈیشن (علمی و اصلاحی ادارہ) کے سیکرٹری اور الامین پبلیکیشنز کے پراجیکٹ ڈائریکٹر' ڈھاکہ پریس کلب کے بھی ممبر ہیں اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں اسلامیات کے موضوع پر (اعزازی) لیکچر دیتے ہیں۔ موصوف کے پاس ایک خصوصی ہینڈ بیگ ہے (جو ہمہ وقت ان کے پاس رہتا ہے) جس کے ۱۳ خانے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ ان کی زندگی میں بھی غالباً ۱۳ ہی قسم کی مختلف Activities کا عمل دخل ہو گا۔ بہرصورت وہ ہمہ اقسام کی Activities کو بحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

برادرم حفیظ الرحمٰن کی عمر ۴۰ سال کے قریب ہے‘ موصوف کافی عرصہ سعودی عرب میں گزار چکے ہیں۔ عربی‘ انگریزی‘ اردو اور بنگلہ زبانوں پر عبور رکھتے ہیں‘ مختلف پرائیویٹ اداروں میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ ان دنوں اتفاق سے برادر محترم فارغ تھے‘ لہٰذا ہمیں ان کی ہمہ وقت رفاقت میسر رہی۔ برادرم حفیظ الرحمٰن صبح سے رات تک ہر سفر اور پروگرام میں ہمارے ساتھ ہوتے۔ صرف سونے کے لئے اپنے گھر جاتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر یہ نوجوان ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو اتنے مختصر وقت میں ہم نہ تو اس قدر لوگوں سے رابطہ قائم کرپاتے اور نہ ہی اتنی وافر معلومات حاصل کر سکتے۔ امید ہے کہ ان حضرات سے یہ ابتدائی رابطہ ان شاء اللہ مستقل راہ و رسم کی بنیاد ثابت ہو گا بلکہ صحیح تر الفاظ میں ہمیں تو توقع ہے کہ بنگلہ دیش میں اقامت دین کی جدوجہد کے حوالے سے یہ دو حضرات سنگ بنیاد کی حیثیت اختیار کرلیں گے (ان شاء اللہ)۔ امیر محترم نے انہیں تنظیم میں شمولیت کی دعوت دے دی۔ جناب عبدالواحد اور جناب حفیظ الرحمٰن نے امیر محترم کا آئندہ چار روز کا پروگرام طے کر رکھا تھا‘ جس میں انفرادی و اجتماعی ملاقاتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی طے تھا کہ کس روز کا ناشتہ کہاں ہو گا اور دوپہر اور شام کا کھانا کہاں۔ انہیں شاید امیر محترم کی گھٹنوں کے تکلیف کے باعث Limitations کا پورا احساس نہیں رہا تھا۔ ان حضرات نے ایسے پروگرام بھی رکھے تھے جو دوسری یا تیسری منزل پر تھے‘ جس کے لئے سیڑھیاں چڑھنا پڑتیں‘ لہٰذا میزبانوں کی مشاورت سے ایسے کچھ پروگراموں کو منسوخ یا تبدیل کرنا پڑا۔ مثلاً اگلے ہی روز کا ناشتہ برادرم عبدالواحد کے مکان پر طے تھا جو تیسری منزل پر واقع ہے۔ امیر محترم کی درخواست پر برادرم عبدالواحد نے بڑی خندہ پیشانی سے اس پروگرام کو تبدیل کرتے ہوئے ناشتہ ہوٹل ہی میں لانے کا وعدہ کرلیا۔ رات کا کھانا تناول کرنے اور آئندہ کے کچھ پروگراموں پر گفتگو کرتے ہوئے رات ساڑھے بارہ بجے کا وقت ہو گیا۔ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے‘ لہٰذا جلد ہی سو گئے۔

۱۹ / دسمبر : نماز فجر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ امام الدین طٰہٰ امیر محترم سے ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔ گزشتہ روز ایئرپورٹ پر طویل انتظار کے بعد واپسی اور ڈھاکہ شہر کے مضافات میں ۱۲ کلومیٹر سے دور چل کر صبح ہی صبح ہوٹل پہنچ جانا یقیناً ان کی امیر محترم سے گہری محبت و عقیدت کا مظہر تھا۔ خط و کتابت کے ذریعے ان سے شناسائی کا آغاز تو تقریباً دو سال قبل ہی ہو گیا تھا‘ جب پہلی مرتبہ ان کا ۴۰ صفحے کا ایک طویل خط موصول ہوا۔ امیر محترم نے اس خط کو جو اہمیت دی وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس عاملہ کے تمام اراکین نے اس خط کا مطالعہ کیا تھا۔ بعد ازاں مزید خط و کتابت کے نتیجے میں یہ بات عیاں ہوئی کہ موصوف کچھ زیادہ ہی "انقلابی" نظریات رکھتے ہیں‘ خصوصاً استخفاف صحابہ" کے حوالے سے ان کی بعض تحریروں نے امیر محترم کو محتاط روش اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگرچہ اپنے خطوط میں انہوں نے امیر محترم کو بنگلہ دیش میں آنے کی متعدد بار دعوت دی تھی اور خود امیر محترم کا ارادہ بھی بن گیا تھا لیکن اسی احتیاط کے پیش نظر اور کچھ مصروفیات کے باعث پہلے یہ پروگرام نہ بن سکا تھا‘ تاہم اب ان سے بالمشافہ ملاقات ہو رہی تھی۔ موصوف اردو روانی سے بول لیتے ہیں‘ گفتگو کا انداز متاثر کن ہے‘ چھوٹے چھوٹے فقرے‘ ڈرامائی انداز تکلم‘ گفتگو کے دوران قرآن پاک سے بلاتکلف حوالے دے کر انسان کو اپنی جانب مسلسل متوجہ رکھتے ہیں۔ موصوف ساڑھے چھ سے ساڑھے دس بجے تک یعنی چار گھنٹے ہمارے ساتھ رہے۔ اس دوران ساڑھے نو بجے کے قریب برادرم عبدالواحد اور حفیظ الرحمٰن ناشتہ کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ روایتی بنگلہ دیشی ناشتہ تھا‘ تمام چیزیں چاولوں سے تیار کردہ اور میٹھی تھیں۔ ہم ٹھہرے نمکین اور مرچوں والی چیزوں کے استعمال کے عادی‘ اس لئے ایک تشنگی کا سا احساس ہوتا رہا‘ جس کا ہلکا سا اظہار بھی امیر محترم نے کردیا‘ لیکن اسے ایک مرتبہ کی change کے طور پر قبول کرلیا گیا۔ آج جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مرکزی جامع مسجد بیت المکرم جانے کا پروگرام تھا‘ جو ہوٹل سے بہت قریب واقع تھی۔ ضمناً اس بات کا تذکرہ ہو جائے کہ بنگلہ دیش میں ہفتہ وار تعطیل دو روز (جمعہ اور ہفتہ) ہوتی ہے۔ عوامی لیگ کی حکومت سے قبل ہفتہ وار تعطیل ایک روز یعنی جمعہ کے روز ہوتی تھی‘ دو روزہ تعطیل کو بنگلہ دیشی عوام نے پسند نہیں کیا۔ ایک رائے یہ بھی سامنے آئی کہ عوامی لیگ کی حکومت نے دو روز کی تعطیل اس لئے کی ہے کہ اگر اس کی مخالفت ہو تو دوبارہ ایک روز کی ہفتہ وار تعطیل کردی جائے لیکن اس کے لئے پھر اتوار کا روز طے کرنا حکومت کے پیش نظر ہے۔

سوا بارہ بجے مسجد کے لئے روانگی ہوئی۔ مسجد بیت المکرم کی عمارت خانہ کعبہ کی شکل میں تعمیر کی گئی ہے۔ اس کے تین اطراف میں وسیع و عریض گراؤنڈ ہیں‘ مسجد کی چھ منزلیں ہیں۔ مسجد کی عمارت تک پہنچنے کے لئے امیر محترم نے ویل چیئر استعمال کی‘ لیکن سیڑھیوں کا کوئی بدل تلاش نہ کیا جا سکا‘ مجبوراً ۲۵ کے قریب steps چڑھ کر جانا پڑا۔ مسجد کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے اندر بھی ویل چیئر استعمال کرنا پڑی‘ بہت بڑی تعداد میں بنگلہ دیشی مسلمان نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے آ رہے تھے۔ خطیب مسجد مولانا عبدالحق جلال آبادی (فارغ التحصیل دیوبند) نے پونے ایک بجے خطاب جمعہ کا آغاز کیا‘ خطاب بنگلہ زبان میں تھا اس لئے ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ صرف ایک بات برادرم حفیظ الرحمٰن نے بتائی کہ موصوف نے بنگلہ دیش کے یوم آزادی ۱۶ دسمبر کے موقع پر فوجی پریڈ و دیگر تقریبات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ حکومت مولانا کو ان کی تنقید کی بنا پر پسند نہیں کرتی لیکن عوام میں انکی مقبولیت اور کسی Action کے نتیجے میں متوقع عوامی ردعمل کے باعث خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے بیت المکرم کے موذن بالکل مسجد الحرام کی طرز پر اذان دیتے ہیں جس کی بنا پر اذان ثانی کے وقت کچھ وقت کے لئے تو مسجد الحرام کے ساتھ نسبت کا حظ نصیب ہو گیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد خطیب مسجد جناب عبدالحق جلال آبادی سے ان کے حجرے میں ملاقات ہوئی‘ جس میں بہت سے دیگر لوگ بھی موجود تھے۔ مولانا نے امیر محترم کو خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا کہ "اگر آپ کی آمد کا پہلے سے علم ہوتا تو آپ کے خطاب جمعہ کا اہتمام کرلیا جاتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ کچھ زیادہ مفید نہ رہتا‘ اس لئے کہ اب بنگلہ دیش میں بہت کم لوگ اردو سمجھنے والے رہ گئے ہیں۔ ہاں البتہ مترجم کا بندوبست ہو سکتا تھا۔ مولانا محترم امیر محترم کی کتاب "جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی" کا مطالعہ کر چکے ہیں‘ انہوں نے "تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ" نامی کتاب میں بھی دلچسپی کا اظہار کیا۔ ہم پاکستان سے امیر محترم کی کتابوں کے دو مکمل سیٹ بزبان اردو‘ انگریزی کتابوں کے ۱۰ مکمل سیٹ اور ندائے خلافت کا سقوط مشرقی پاکستان پر خصوصی شمارہ (اشاعت، دسمبر ۹۶ء) قریباً ۲۰۰ کی تعداد میں ساتھ لے کر گئے تھے۔

(جاری ہے)

رمضان المبارک کے دو متوازی پروگرام —— دن کا روزہ‘ رات کا قیام

حکمت نبویؐ کے دو عظیم شاہکار

"جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ‘ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے اور جو رمضان (کی راتوں) میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کیلئے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ‘ اس کی بھی تمام سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں۔

(بخاری و مسلم‘ عن ابی ہریرہؓ)

مجھے کہا گیا کہ ”آپ کا دل تو مسلمان ہے‘ آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے!“

قرآن مجید کے چند روزہ مطالعہ سے مجھے اپنے ان تمام سوالوں کا جواب مل گیا‘ جن کیلئے میں برسوں پریشان رہا تھا

جب میرے مسلمان دوست کو غسل دیا جارہا تھا تو عین اس وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا

بوسنیا کی مسلم خواتین کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کے گھناؤنے واقعات انسانی حقوق کی علمبردار قوتوں کے منہ پر طمانچہ ہیں

اسلام ہی وہ اصل دین ہے جس میں پوری انسانیت کی نجات کا انحصار ہے

ہم نے بوسنیا کی شاہراہوں پر بڑے ہولناک مناظر دیکھے!

سابق امریکی صدر جارج واشنگٹن کے پڑپوتے جارج اشقون کے قبول اسلام کی ایمان افروز اور دلچسپ داستان جس میں بوسنیا میں مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے روح فرسا واقعات کا تفصیلی تذکرہ بھی شامل ہے

مغرب اور اسلام کی کشمکش کا ایک خوشگوار پہلو یہ ہے کہ خدا سے بغاوت پر مبنی تہذیب سے دل برداشتہ ہو کر متلاشیان حق مسلسل امت مسلمہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ سابق امریکی صدر‘ جارج واشنگٹن کے پڑپوتے‘ جارج اشقون کی یہ کہانی ”الدعوہ“ ریاض‘ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ سے ”تعمیر حیات“ لکھنؤ میں ترجمہ کی گئی۔ یہ ریاض ریڈیو کے شعبہ انگریزی کے لئے ایک انٹرویو تھا جسے ہم شکریئے کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

میری پیدائش واشنگٹن کے قریب ورجینیا میں ہوئی۔ میرے والد امریکی بحریہ میں ایک افسر تھے۔ وہ امریکی صدر جارج واشنگٹن کے پوتے تھے۔ میری نشوونما اور تعلیم و تربیت کے سارے مراحل خاندان ہی میں طے ہوئے۔ میرے آباؤ اجداد کا ایک بڑا فارم ہے جو چار سو سال سے ہماری ملکیت ہے۔

عیسائیت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو میرے اندر بچپن ہی سے تھی۔ میں جس پادری سے بھی سوالات کرتا‘ وہ مجھے مطمئن کرنے میں ناکام ہو جاتا۔ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کا وجود دونوں الگ الگ ہیں۔ یہ میری زندگی کا مشکل ترین دور تھا۔

جب میں نے صحافتی زندگی میں قدم رکھا تو ایک کیمرہ مین کی حیثیت سے رسالہ ٹائم کی طرف سے لبنان کی خانہ جنگی کی تصویریں کھینچنے کے لئے بیروت جانا پڑا۔ ایک عرب اور مسلمان ملک کے سفر کا تصور کر کے مجھے خوف اور گھبراہٹ ہو رہی تھی‘ اس لئے کہ امریکی فلموں اور میڈیا نے میرے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح بٹھادی تھی کہ مسلمان تشدد پسند اور ظالم ہوتے ہیں‘ وہ انتہائی جاہل اور جنگلی ہوتے ہیں‘ انسانی تہذیب سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن لبنان میں داخل ہوتے ہی میرے تمام نظریات و تصورات یکسر باطل ثابت ہوئے۔ میں نے بچشم

حسن انتخاب

خود مشاہدہ اور تجربہ کیا کہ مسلمانوں اور عربوں سے متعلق مغربی میڈیا نے جو کچھ تصورات دیئے ہیں‘ وہ جھوٹ اور گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے۔ لبنان میں جن مسلمانوں سے مختلف مقامات پر ملاقاتیں ہوئیں‘ انہوں نے ہمیں خطرات سے محفوظ رکھنے میں جان کی بازی لگادی‘ میرے کھانے پینے اور آرام و راحت کے تمام وسائل مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جبکہ عیسائی فوجوں کی کمین گاہوں سے مجھ پر گولی چلائی گئی اور میں زخموں سے چور ہو گیا تو ان مسلمانوں نے میرے علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور انہوں نے اس طرح میری دیکھ بھال کی جیسے میں ان کا بھائی اور خاندان کا فرد ہوں۔ اس وقت میری عمر صرف بیس سال تھی۔ جس ہوٹل میں میرا قیام تھا وہیں قریب میں ایک مسجد تھی‘ جس کے امام سے میں ملاقاتیں کرتا اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا۔ ان کی باتوں سے میرے اندر اسلام سے دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ اس وقت میں نے نہ قرآن پڑھا تھا اور نہ ہی حدیث سے واقف تھا‘ لیکن مسلمانوں سے گفتگو‘ مسلسل ملاقاتوں اور ان کے قرب نے میری تمام غلط فہمیوں کو دور کر دیا۔ میں ان مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے محاذ پر جاتا تھا تاکہ تصویریں لے سکوں ـــ پھر میں واپس امریکہ آگیا‘ میں نے از سر نو مسیحی عقائد اور مختلف عیسائی فرقوں سے متعلق مطالعہ کرنا شروع کیا‘ گرجا گھروں میں پادریوں سے بھی ملا لیکن مجھے تشفی نہ ہو سکی۔

جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو واشنگٹن میں افغانستان کی آزادی کیلئے جدوجہد کرنے والی ایک کمیٹی نے مجھے رپورٹنگ کیلئے افغانستان بھیجا۔ میری یہ بھی ذمہ داری تھی کہ افغان مجاہدین کی ضروریات کا جائزہ لوں اور مالی و فوجی امداد کا اندازہ کروں۔ ہم نے بعض افغان مجاہدین کو واشنگٹن اور نیویارک مدعو کیا تاکہ وہ امریکن کانگریس کے ارکان سے تبادلہ خیال کر سکیں۔ ان رابطوں کے دوران میں نے عام افغان مجاہدین کے اندر جو اسلامی روح پائی‘ اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عین معرکہ جنگ میں وقت آنے پر نمازوں کیلئے کھڑے ہو جاتے‘ وہ کہا کرتے کہ اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے

کیلئے ہم یہ عبادت کرتے ہیں۔ میں جب انہیں جوش و جذبہ سے جہاد کرتے دیکھتا اور نہتے ہوتے ہوئے بھی ایک بڑی فوجی طاقت سے لڑتے دیکھتا تو اپنے دل میں کہتا کہ یہ لوگ کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنے طاقتور دشمن پر یقیناً فتح و غلبہ حاصل کرلیں گے' اس لئے کہ ان کے دلوں میں وہ ایمان موجزن ہے جس سے روسی فوج محروم ہے۔

میں نے قیام افغانستان کے دوران ہی احادیث نبویہ کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ایک حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سے فرمایا کرتے تھے کہ وہ ایمان ہی کی بدولت کامیاب و کامران ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ایمان کی قوت سے بھرپور افغان مجاہدین جدید ترین جنگی ساز و سامان سے لیس روسی فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔

افغانستان سے واپسی کے بعد میں صحافت کے بجائے اپنے اصل پیشہ 'کیمرہ مین' کا کام کرنے لگا۔ ۱۹۸۸ء میں' نیویارک میں' ہم نے دوستوں کے تعاون سے ایک کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ "راک اینڈ رول" گانے والوں کی ایک ٹیم ہم نے تشکیل دی۔ یہاں سے ہماری دوسری زندگی شروع ہوئی جو سراسر لہو و لعب' رقص و سرور اور شراب و شباب کی زندگی تھی۔ ہماری ملاقاتیں ان مشہور فلمی ستاروں سے بھی ہوئیں جن کے بارے میں ہم اخبارات میں پڑھا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ہم نے دولت اکٹھی کرنی شروع کی اور ایک سال کے اندر ہی میرے پاس ستر ہزار ڈالر جمع ہو گئے' میری زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی رقم میرے ہاتھ میں آئی۔

مجھے ایک بڑے دولت مند کی شادی کی تقریب میں ناروے مدعو کیا گیا تاکہ اس کی فلم بندی کروں' اس میں اچھے خاصے پیسے ملے۔ ۱۹۹۲ء میں مجھے "راک اینڈ رول" کے مشہور مغنی 'ایلٹن جان' کے ساتھ سفر میں جانا پڑا تاکہ اس کے اس سفر کو کیمرے میں محفوظ کروں۔ یورپ کی سیاحت کے دوران ویانا میں ہماری ملاقات پناہ گزینوں کے ذمہ دار' اقوام متحدہ کے ایک عہدیدار سے ہوئی۔ اس نے خواہش ظاہر کی: آپ صرف دو دن کے لئے بوسنیا ہو کر آیئے اور وہاں کی خانہ جنگی کی تصویریں بھی لے لیجئے۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ میں نے خانہ جنگی کی اتنی تصویریں اتاری ہیں جو بہت سی جنگوں کے لئے کافی ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اریٹیریا' ایتھوپیا' پولیساریو (مراکش)' افغانستان اور بیروت وغیرہ کی تصویریں لے چکا ہوں۔ لیکن جب میں اپنے ہوٹل میں واپس آیا تو اس شب ٹیلی ویژن پر بوسنیا کی خبریں دیکھ کر میری رائے بدل گئی۔ ہم نے ٹی وی پر دیکھا کہ سرائیوو میں خواتین اور معصوم بچوں نے روٹی حاصل کرنے کے لئے جو لائن لگائی تھی' اس پر سربوں نے زبردست گولہ باری کی۔ اس خبر نے میرے احساسات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا' اس لئے کہ افغانستان اور دوسرے مقامات پر بے گناہ بچے اور عورتیں جنگ میں قتل ہوئے لیکن اصل مقابلہ مردوں کا مردوں سے تھا لیکن بوسنیا میں جو جنگ ہو رہی تھی وہ تو مکمل طور پر مسلمانوں کے خلاف تھی۔ ہر اس چیز کو چن چن کر نشانہ بنایا جا رہا تھا جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے تھا۔ یہ جنگ سراسر ایک بھیانک نسلی جنگ تھی۔ دوسرے دن میں اقوام متحدہ کے دفتر میں کام کرنے والے اس دوست کے پاس دوبارہ پہنچا تاکہ سرائیوو جانے کا پروگرام ترتیب دیا جائے۔ ہم نے جب اس کی اطلاع رسالہ ٹائم کے صدر دفتر کو دی تو ذمہ داروں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ دو دن کے بجائے آپ دو ہفتے وہاں رہیں لیکن میں نے کہا کہ میں صرف دو دن ہی اس کے لئے نکال سکتا ہوں' تاکہ میں اپنی کمپنی کے ضروری کام انجام دینے کے لئے نیویارک واپس جا سکوں۔

سرائیوو پہنچنے کے دوسرے ہی دن ہم نے بوسنیا کی شاہراہوں پر بڑے ہولناک مناظر دیکھے۔ فرانسیسی بکتربند گاڑی میں بیٹھ کر میں ایئرپورٹ کے راستے میں واقع ہسپتال گیا تاکہ وہاں کے مناظر کو کیمرے میں محفوظ کر سکوں۔ ہسپتال پہنچا ہی تھا کہ میں نے دیکھا سرب فوجی ہسپتال پر زبردست گولہ باری کر رہے ہیں۔ ہسپتال سے باہر ایک زخمی کو ہم نے فوراً اندر پہنچایا۔ فرانسیسی محافظ دستے تو واپس چلے گئے' ہم وہیں ہسپتال میں ٹھہر گئے اور تقریباً سولہ گھنٹے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے ساتھ ہم نے گزارے جو کھانے پینے سے بے پروا ہو کر شب و روز انتہائی تندہی اور توجہ و محنت سے مریضوں کے علاج میں مشغول تھے۔ انہیں آپریشن کے لئے ضروری اور بنیادی سامان نہیں مل رہا تھا۔ ان کے پاس انجکشن اور دوائیں نہیں تھیں' آکسیجن کی شدید کمی تھی' پانی اور بجلی سے بھی یہ ہسپتال محروم تھا' بجلی کے بجائے موم بتی سے کام لیا جا رہا تھا' بے ہوش کرنے والی دوا تک نہیں تھی۔ ہسپتال میں آپریشن کے وسائل اور جدید ترین مشینیں موجود تھیں لیکن بجلی نہ ہونے سے سب بیکار تھیں۔

دوسری طرف سرب فوجیوں کی مسلسل گولہ باری نے سارا انتظام درہم برہم کر رکھا تھا۔ آکسیجن کے سلنڈر خالی رکھے ہوئے تھے۔ چار مہینے سے یہی صورتحال تھی۔ ہم نے اقوام متحدہ کے دفتر میں فون کر کے دریافت کیا کہ کیا آکسیجن کا انتظام ہو سکتا ہے؟ کیا ہسپتال میں مریضوں کو غذائی اشیاء مہیا کی جا سکتی ہیں؟ لیکن اقوام متحدہ کے افسران نے یہ عذر کیا کہ اگر ہم کسی ٹرک کے ذریعے یہ سامان پہنچانے کی کوشش بھی کریں گے تو سرب فوجیں اپنی گولہ باری سے اس کو ناکام بنا دیں گی۔ ہم آپ کی مدد نہیں کر سکتے' اس لئے کہ ہمارے پاس صرف تیرہ ٹرک ہیں جن پر غذائی اشیاء لدی ہوئی ہیں۔ ہم کسی ایک ٹرک سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم نے وہاں موجود بوسنیا کے مسلمان فوجیوں سے ایک ٹرک حاصل کیا اور ان کے تعاون سے ٹرک کو سفید رنگ سے رنگ دیا اور اس کے ہر طرف اقوام متحدہ کا مونوگرام بنایا۔ ہم نے ہسپتال کو درکار اشیاء کی فہرست بنائی۔ پھر اقوام متحدہ کے مرکزی دفتر سے غذائی اور طبی ساز و سامان لیا اور خود ڈرائیور بن کر ٹرک سے ایئرپورٹ کے راستے سربوں کی چوکیوں سے گزرتے ہوئے ہسپتال پہنچ گئے۔ سربوں نے ہم سے تعرض نہ کیا۔ دوسرے دن اقوام متحدہ کے دفتر کو حیرت اور تعجب ہو رہا تھا کہ میرے پاس تو کاغذات صحافی کے تھے اور میں اقوام متحدہ کا ڈرائیور کیسے بن گیا۔ سربوں کی وحشیانہ گولہ باری سے بچ کر صحیح سلامت ہسپتال تک پہنچنا ایک معجزہ ہی تھا۔ اگر ہم اپنے کو غیر ملکی صحافی بتا دیتے تو سرب ہمیں یقیناً گولیوں سے اڑا دیتے' اس لئے کہ بیسویں صدی کی جو خانہ جنگیاں ہوئی ہیں' ان میں سب سے زیادہ صحافی سربوں کی گولیوں سے مارے گئے ہیں۔

مجھے محسوس ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک خاص مقصد سے بھیجا ہے۔ میں نے تین دن کے بجائے مزید تین ہفتے یہاں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میرے قیام کا تیسرا اور آخری ہفتہ تھا۔ مجھے ضروری تصویریں اتارنی تھیں کہ اچانک ایک کمین گاہ سے مجھ پر گولیاں چلائی گئیں جو میرے ایک بازو اور ٹانگ پر لگیں۔ بوسنیا کے مسلمان ڈاکٹروں نے فوری طبی امداد پہنچائی۔ اس کے بعد مکمل علاج کے لئے میں میونخ (جرمنی) چلا گیا جہاں امریکی ہسپتال میں ڈیڑھ دو مہینے علاج کی غرض سے مقیم رہا۔ ڈاکٹروں نے زخم دیکھ کر بتایا کہ اگر دو سال تک اچھی طرح علاج ہو تو آپ چل پھر سکتے ہیں لیکن میں نے ان کی ہدایات کو نظر انداز کر کے یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے بوسنیا میں اپنی جدوجہد جاری رکھنا ہے۔ چنانچہ میں نے پلاسٹک کے تھیلوں سے اپنے پاؤں کو لپیٹ لیا' اور پھر ہسپتال پہنچ گیا۔ ایک مہینے کے اندر میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ جرمنی ہی میں ہم نے بوسنیا کے لئے دوائیں جمع کرنے کی مہم شروع کر دی۔ جب ضروری دواؤں کی اچھی خاصی مقدار جمع ہو گئی تو میں بوسنیا واپس چلا گیا۔ یہاں مجھے ایک ایسے عجیب و غریب تجربے سے گزرنا پڑا جس سے مجھے بہت غیر معمولی نفسیاتی صدمہ پہنچا۔ اس واقع نے میری زندگی کا رخ یکسر بدل کر رکھ دیا۔

ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ بوسنیا کا ایک چھوٹا سا شہر سرب فوجوں کے محاصرے میں ہے' میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ کروٹ اور بوسنیا کے فوجیوں نے میرے اس فیصلے کی مخالفت کی اور متنبہ کیا کہ آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں۔ ہر طرف سربی فوج گھات لگائے بیٹھی ہے۔ یقیناً وہ تم کو گولیوں سے بھون دیں گے۔ آپ یہ سفر

نہ کریں تو بہتر ہے' یہ سفر خودکشی کے مترادف ہے لیکن میرا فیصلہ اٹل تھا۔ ہم رات کی آمد کا انتظار کرنے لگے' جب اچھی طرح تاریکی چھا گئی تو ہم نے سفر کا آغاز کر دیا۔ آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا' سرب فوجیوں نے ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں بال بال بچا لیا۔ ہم جس موٹر میں سوار تھے' وہ بری طرح تباہ و برباد ہو گئی۔ انجن' ٹائر اور شیشے مکمل طور پر تباہ ہو گئے' ہم واپس آ گئے۔ دوسری موٹر لی اور ایک دوسرے راستے کا انتخاب کیا' جہاں سے منزل مقصود تک پہنچا جا سکتا تھا۔ وحشت ناک جنگ کے اس جہنم میں ہم نے چار خواتین کو دیکھا جو ایک دوسرے کو سہارا دے کر چل رہی تھیں۔ سربوں نے پھر ہم پر گولیاں چلائیں۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ یہ خواتین اپنے جسموں کو اچھی طرح لپیٹے ہوئے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ مسلمان خواتین ہیں۔ سرب فوجی مسلمانوں کا بھیس بدل کر مسلمان خواتین اور مردوں کو دھوکہ دیا کرتے اور ان کو قتل کر دیتے۔ مجھے ایک لمحے کے لئے شک ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خواتین سربوں سے تعلق رکھتی ہوں اور ہم مدد کے لئے پہنچیں تو سربوں کی گولیوں کا شکار ہو جائیں۔ ہم نے یہ بات حیرت کے ساتھ نوٹ کی کہ ان خواتین میں سے ایک کے جسم سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں موٹر سے اترا اور میرے ساتھ ڈرائیور بھی اتر گیا۔ یہ خواتین شدت تکلیف سے بری طرح چیخ رہی تھیں اور زار و قطار رو رہی تھیں۔ ہم جب ان خواتین کے قریب آئے تو معلوم ہوا کہ ان میں ایک بچی بارہ سال کی اور دوسری تیرہ سال کی تھی۔ ایک لڑکی کے جسم سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔ میں نے اس بچی کو اپنی موٹر میں سوار کر لیا۔ خاتون' جس کی بچی کے جسم سے خون بہہ رہا تھا' بڑی مضطرب تھی۔ ڈرائیور نے اس کو بتایا کہ یہ ڈاکٹر ہیں۔ میں نے اس بچی کو فوری طبی امداد وہیں پہنچانے کا فیصلہ کیا' اس لئے کہ اس کی حالت بہت سنگین ہو رہی تھی۔ مجھے "ابتدائی طبی امداد" کی تربیت مل چکی تھی جو اس موقع پر کام آئی۔

میں نے جب اس بچی کو دیکھا تو مجھے گہرا صدمہ پہنچا۔ میں یہ ناقابل فراموش واقعہ زندگی بھر نہیں بھلا سکتا۔ اس بچی کی ماں نے مجھے بتایا کہ سرب درندوں نے اس کے ساتھ بڑی درندگی کا معاملہ کیا۔ اس کے بعد سے یہ بچی بے ہوش ہے اور قریب المرگ ہے' نبض بھی کمزور تھی۔ بچی کی ماں نے روتے ہوئے بتایا کہ سربوں نے انکی مسلمان بستی پر حملہ کیا۔ تمام مردوں اور بچوں کو انہوں نے ان کے رشتے داروں کے سامنے ایک ایک کر کے قتل کر دیا۔ اس سے فارغ ہو کر ان درندوں نے بستی کی خواتین اور بچیوں کی عصمت دری کی۔ پچاس سے زائد سرب فوجیوں نے ہمارے سامنے اس بچی کی عصمت دری کی۔ اس کے باوجود بھی ان کی تسکین نہیں ہوئی تو بچی کو اپنے ساتھ لے گئے اور کئی دن کے بعد اس حال میں واپس کیا۔ پھر ان درندوں نے متعدد بار ان دونوں بچیوں کی ماؤں کی عصمت دری کی۔ آخر کار ہم لوگوں نے رات کے اندھیرے میں اس گاؤں سے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔ دونوں بچیاں شدید تکلیف سے دوچار تھیں۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھا کر ہم لوگ اس گاؤں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ہولناک واقعہ سن کر میں برداشت نہ کر سکا' رونے لگا۔ اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا' میرے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور میں اس طرح رونے لگا جیسے میری بچی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ میں بتا نہیں سکتا کہ مجھ پر کیا گزری۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ ان انسانوں کو بچانے کی خاطر مجھے اپنی زندگی یکسر تبدیل کر دینا چاہئے۔ اس لئے نہیں کہ یہ مسلمان ہیں بلکہ اس لئے کہ یہ انسان ہیں۔ بچپن میں مجھے انسانوں سے محبت کرنا سکھایا گیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ رہ کر بھی ہم نے یہی سیکھا تھا' خاص طور سے بوسنیا کے قیام کے دوران اس کا مشاہدہ زیادہ ہوا۔ میں نے اس بچی کو بوسنیا کے اس ہسپتال میں داخل کروا دیا جو خواتین کے لئے تھا۔ وہاں جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس طرح کے عصمت دری کے کئی کیس ہیں جن کا علاج ہو رہا ہے' اور یہ صرف ایک شب میں پیش آیا تھا۔

بوسنیا میں مسلمان صحافیوں کے ساتھ ملاقات رہتی تھی۔ ایک سعودی صحافی سے دیر تک اسلام اور مسلمانوں سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ میری باتیں سن کر اس صحافی نے وہی کہا جو بیروت کی مسجد کے امام نے کہا تھا: "آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ آپ کا دل تو مسلمان ہے۔ آپ اسلام قبول کر لیں گے تو اسلام سے متعلق بہت سے سوالات کا جواب خود بخود مل جائے گا"۔ مسلمان صحافی کا یہ جملہ اس وقت سے برابر میرے ذہن میں گردش کرتا رہا ہے۔

میں نے بوسنیا کے قیام کے دوران ایک مسلمان خاندان کو امریکہ علاج کے لئے بھجوانے کا انتظام کیا تھا۔ اس خاندان کے سرپرست کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ ان کا ایک گردہ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ جس ہسپتال میں ہم نے اس خاندان کے سربراہ کو علاج کے لئے داخل کیا تھا' وہاں سے ہمارا برابر رابطہ رہا۔ اس دوران میں نے قرآن شریف کا مطالعہ شروع کر دیا تاکہ بہتر طریقے سے اسلامی تعلیمات کو سمجھ سکوں۔ قرآن مجید سے چند ہی دنوں میں مجھے اپنے سوالوں کا جواب تشفی بخش مل گیا جس کے لئے میں برسوں سے پریشان تھا اور مجھے انجیل اور اس کے عالموں نے مایوس کر دیا تھا۔

میں بوسنیا سے واپس آیا تو تیسرے دن اس خاندان سے ملنے ہسپتال گیا تاکہ ان کے حالات معلوم کروں۔ مجھے معلوم ہوا کہ مریض ہونے کے باوجود وہ یہاں ایک قریبی مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے جاتے ہیں۔ میں نے اس بوسنی مسلمان مریض کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اس وقت میں نے بڑے تاثر سے کہا کہ آپ کے دین اسلام میں سب کچھ ہے' اور یہی اصل دین ہے' جس پر پوری انسانیت کی نجات کا انحصار ہے۔ میں جب یہ جملہ کہہ رہا تھا' اس وقت میری عجیب کیفیت تھی۔ اندر سے مجھے شدید خواہش ہو رہی تھی کہ اپنے اسلام کا اعلان کر دوں اور ابھی گھر جا کر نمازیں پڑھنے لگوں۔

میں جب گھر واپس آیا تو دوسرے دن اس بوسنی مسلمان کے انتقال کی افسوسناک اطلاع ملی۔ میں تیزی سے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ہم سے پہلے اس شہر میں موجود مسلمانوں کی بڑی تعداد تجہیز و تکفین کے لئے پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ مسلمان تھے جو بھارت' پاکستان' سعودی عرب' کویت اور دیگر اسلامی ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی کوئی رشتے داری مرحوم سے نہیں تھی' لیکن وہ سب اس طرح شریک تھے جیسے یہ ان کے فرد خاندان اور بزرگ ہوں۔ ہر شخص اس خاندان کے افراد کی دلجوئی اور تسکین و دلاسے کا فریضہ انجام دے رہا تھا۔ ہر شخص متاثر اور غمگین تھا۔ یہ میرے لئے نئی بات تھی۔ جب میرے مرحوم بوسنی دوست عثمان کے جسم کو غسل دیا جا رہا تھا' میں نے عین اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اسی لمحے میری زندگی یکسر تبدیل ہو گئی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد صرف بوسنیا ہی نہیں' میرے اندر پوری دنیا بھر کے مسلمانوں کی مدد کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوا' اس لئے کہ وہ سب میرے بھائی ہیں اور اسلامی اخوت عالمگیر ہے۔

اطلاعات و اعلانات

تنظیم اسلامی لاہور شرقی نمبر ۲ کے امیر جناب رشید ارشد کی طرف سے تعلیمی مصروفیات کی بنا پر امارت کی ذمہ داری سے معذرت قبول کر لی گئی ہے چنانچہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۱۰ دسمبر ۹۷ء میں مشورہ کے بعد تنظیم اسلامی لاہور شرقی نمبر ایک اور شرقی نمبر ۲ کو ضم کر کے "تنظیم اسلامی لاہور شرقی" قائم کر دی ہے اور اس تنظیم کی امارت کی ذمہ داری جناب محمود عالم میاں کے سپرد کر دی ہے۔

☆ ☆ ☆

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کے امیر جناب محمد فاروق اقبال کی بیرون ملک رہائش اختیار کرنے کی وجہ سے امیر تنظیم اسلامی نے مشورہ کے بعد جناب غازی محمد وقاص کو تنظیم اسلامی جنوبی کا امیر مقرر کر دیا ہے۔

☆ ☆ ☆

عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش : منظر و پس منظر

تحریر و ترتیب : فرقان دانش خان

تعارف :

بنگلہ دیش آبادی کے لحاظ سے گنجان ترین ملک ہے۔ 12 کروڑ افراد پر مشتمل یہ ملک آبادی کے اعتبار سے دنیا میں دسویں نمبر پر آتا ہے۔ بنگلہ دیش کا رقبہ 55 ہزار 598 مربع میل (ایک لاکھ 43 ہزار 998 مربع کلومیٹر) ہے۔ ملک میں 98 فی صد بنگالی اور 2 فیصد بہاری ہیں۔ کل آبادی کا 88 فی صد مسلمانوں پر مشتمل ہے، باقی ہندو، عیسائی اور بدھ مت کے ماننے والے افراد ہیں۔ شہری آبادی 12 فی صد اور دیہی آبادی 88 فی صد ہے۔ خواندگی کا تناسب 51 فی صد ہے۔ ملک کا سرکاری نام عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش اور دارالحکومت ڈھاکہ ہے۔ ڈھاکہ کو مسجدوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ فی کس آمدنی 200 ڈالر سالانہ ہے۔ بنگلہ دیش کی کرنسی ٹکہ کہلاتی ہے۔ یہاں سب سے زیادہ بنگالی زبان بولی جاتی ہے جو کہ سرکاری زبان بھی ہے۔

بنگلہ دیش براعظم جنوبی ایشیاء میں واقع ہے۔ اس کے شمال اور مغرب میں بھارت، جنوب مشرق میں برما اور جنوب میں خلیج بنگال ہے۔

بنگلہ دیش کی آب و ہوا گرم مرطوب ہے۔ مون سون کی ہوائیں گرمیوں میں بے تحاشا بارش کا موجب بنتی ہیں۔ گرمیوں میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ سردیوں میں خنک ٹھنڈ ہوتی ہے اور بارشیں بھی کم ہوتی ہیں۔ بنگلہ دیش میں ہر دوسرے تیسرے سال خوفناک سیلاب آتے ہیں، جس سے موسم گرما کی فصلیں خراب ہو جاتی ہیں، ہزاروں انسان اور مویشی ڈوب جاتے ہیں اور لاکھوں افراد بے گھر ہو جاتے ہیں۔

بنگلہ دیش کی معیشت میں زراعت کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ کل رقبے کا دو تہائی علاقہ زیر کاشت ہے، 80% لوگوں کا انحصار زراعت پر ہے۔ چاول اور پٹ سن بنیادی فصلیں ہیں جبکہ گندم، کپاس، تمباکو، چائے، گنا، آلو، ناریل، دالیں، بانس، تیل نکالنے والے بیج، ساگوان کے علاوہ پھل اور سبزیاں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔

بنگلہ دیش کی صنعت کا زیادہ انحصار زیادہ تر پٹ سن پر ہے۔ ملک میں 70 سے زیادہ پٹ سن کے کارخانے موجود ہیں۔ آباد کا 30% حصہ پٹ سن کی صنعت سے معاش حاصل کرتا ہے۔ سیمنٹ، کاغذ، کپڑا، ماچس اور کھاد بنانے کی فیکٹریاں بھی جا بجا موجود ہیں۔ بنگلہ دیش کی پٹ سن زرمبادلہ کمانے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ بنگلہ دیش کی بیرونی تجارت کا انحصار سمندر پر ہے۔ ملک کی فضائی کمپنی بنگلہ دیش ایئرویز، ریلیں، بحری جہاز اور موٹر گاڑیاں مواصلات کا اہم ذریعہ ہیں۔

عالم اسلام

تاریخ :

بنگلہ دیش کی تاریخ بہت طویل ہے۔ جسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(1) بارھویں صدی عیسوی تک ہندو اور بدھ مت کی تاریخ

(2) تیرھویں صدی سے 1757ء تک مسلمانوں کی حکومت

(3) 1757ء سے 1947ء تک انگریزوں کا قبضہ

(4) 1947ء سے 1971ء تک پاکستان میں شمولیت اور

(5) 1971ء سے اب تک بنگلہ دیش کی خود مختاری حیثیت۔

1947ء سے پہلے بنگال متحدہ ہندوستان کا حصہ تھا۔ اس علاقے کو 1199ء میں قطب الدین ایبک کے ایک سپہ سالار اختیار الدین محمد نے فتح کیا اور اسلامی حکومت قائم

عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش کا جغرافیائی محل وقوع

ی۔ پھر 1204ء سے مغل حکمرانوں کے زیرِ انتظام آگیا مگر 1576 تک اسے ایک آزادانہ حیثیت حاصل رہی۔ 1576ء میں مغل بادشاہ اکبر کے جرنیلوں نے اسے سلطنت ہندوستان کا ایک صوبہ بنادیا اور ڈھاکہ کو صوبہ کے دارالحکومت کا درجہ دے دیا گیا۔ جب مغل حکومت دہلی کی طرف سکڑنا شروع ہوئی تو 1707ء میں بنگال پھر خود مختار ہو گیا لیکن یہاں حکومت مسلمانوں کی قائم رہی' جو بالآخر برطانیہ کے قبضہ کی صورت میں 1757ء کو ختم ہوئی۔ برطانوی راج کے زمانے میں کلکتہ کو بنگال کا ہیڈ کوارٹر بنادیا گیا۔ 1905ء میں انگریزوں نے بنگال صوبہ کو مغربی بنگال (ہندو علاقہ) اور مشرقی بنگال (مسلم علاقہ) میں تقسیم کر دیا گیا' جو بعد میں شدید ردعمل کے باعث 1912 میں دوبارہ متحد کر دیا گیا۔ 1947ء میں جب انگریزوں نے ہندوستان چھوڑا تو برصغیر دو حصوں پاکستان اور بھارت کی صورت میں آزاد ہوگیا اور بنگال مشرقی پاکستان کے نام سے پاکستان میں شامل ہو گیا۔ یہاں کے لوگوں نے پاکستان کے قیام کے لئے بے شمار جانی و مالی قربانیاں دیں لیکن قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان کے عوام میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ مغربی پاکستان کے حکمران مشرقی پاکستان کو شریک اقتدار نہیں کرنا چاہتے' جس کے سبب علیحدگی کے رجحانات نے جنم لیا۔ اسی پس منظر میں 1954ء میں بنگالی رہنما شیخ مجیب الرحمن اور عوامی لیگ کی زیر قیادت سیاسی خود مختاری کے لئے تحریک چلی۔ پاکستان کا پیدائشی دشمن بھارت اسی تاک میں تھا' اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور علیحدگی پسندوں کی مدد کرتا رہا۔ پاکستان کے حکمرانوں نے علیحدگی کی تحریک کو کچلنے کے لئے فوجی قوت کا استعمال کیا' جس کے نتیجے میں علیحدگی پسندوں نے بھارت کی مدد مکتی باہنی کے نام سے نیم فوجی دستے منظم کر کے مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کے خلاف گوریلا کارروائی شروع کر دی۔

اس ضمن میں مکتی باہنی کے رہنما محمد زین العابدین نے اپنی حالیہ کتاب "Raw and Bangladesh" میں چشم کشا انکشافات کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بنگلہ دیش کے قیام میں "اکھنڈ بھارت" کے خواب کی تکمیل کے لئے بھارت کی خفیہ ایجنسی "را" (ریسرچ اینڈ اینالیسز ونگ) نے نہایت اہم کردار ادا کیا' جو علیحدگی پسندوں کو بھارت لے جاکر تربیت دیتے تھے۔" مصنف لکھتے ہیں کہ "1971ء میں جب انہوں نے پاکستان سے علیحدگی کی تحریک میں شمولیت اختیار کی تو انہیں بھی آسام (بھارت) میں لے جاکر تربیت دی گئی"۔ نومبر 1971ء میں جب بھارت نے کھلم کھلا مشرقی پاکستان میں فوجی مداخلت شروع کر دی' جس کے نتیجے میں 3/دسمبر 1971ء کو پاکستان اور بھارت میں باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔ جنگ کے تین دن بعد ہی بھارتی حکومت نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کی حیثیت سے تسلیم کر لیا اور سوچی سمجھی سکیم کے تحت پاکستانی فوج کو ہتھیار ڈالنے کو کہا گیا۔ اس تناظر میں محمد زین العابدین اپنی مذکورہ بالا کتاب میں رقم طراز ہیں کہ "جب پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے تو بھارتی فوجیوں نے بڑے پیمانے پر لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا اور لوٹ کا مال بھارت لے جانے کے لئے فوجی گاڑیاں استعمال کی گئیں کیونکہ بنگلہ دیش کے قیام کے فوراً بعد بھارت چاہتا تھا کہ اس نوزائیدہ ملک کو کمزور کر کے بھارت میں ضم کر دیا جائے لیکن آج بھی بھارت کی خفیہ ایجنسی "را" کی مکروہ سازشیں جاری ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بھارت ہمارا دوست نہیں بلکہ بدترین دشمن ہے۔ اس لئے ایک سچے فریڈم فائٹر کی حیثیت سے میں بنگلہ دیش کے دشمن کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہوں۔ (اور اس کتاب کی صورت میں اس کے عزائم کو بے نقاب کر رہا ہوں)۔"

(جاری ہے)

ضرورت رشتہ

جٹ فیملی کی ۲۹ سالہ دوشیزہ' تعلیم ایف اے' پی ٹی سی کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ جٹ فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ : رشید عمر P/157' صادق مارکیٹ' ریلوے روڈ فیصل آباد

فون : 041-780070,624290

خلافت راشدہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نظام خلافت

تحریر و تحقیق : فرقان دانش خان

حضرت عمرؓ کا عہد حکومت فتوحات ہی کے لئے مشہور نہیں بلکہ آپؓ کا بلند پایہ عادلانہ نظام حکومت ایک ایسا کارنامہ ہے' جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ اس سے بڑھ کر عادلانہ نظام کی نظیر اس ترقی کے دور میں بھی کوئی پیش نہیں کر سکا۔ آپؓ کے عہد میں اس سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی اور آپؓ نے اسلامی سلطنت کو اپنی مدبرانہ حکمت عملی کے باعث ایک سانچے میں ڈھال دیا۔ خلافت فاروقی میں مسلمان ایک رشتہ وحدت میں منسلک ہو گئے۔ آپؓ نے نظم و نسق کے جو قواعد و ضوابط اور نظام خلافت کے لئے اسلامی بنیادوں پر جو قوانین وضع کئے' وہ آج تک ایک مثالی اسلامی حکومت (نظام خلافت) کی اساس قرار دیئے جاتے ہیں' چنانچہ حضرت عمرؓ کو خلافت کے سیاسی نظام کا بانی قرار دیا جا سکتا ہے۔

مجلس شوریٰ :

اسلام کا سیاسی نظام "شوریٰ" پر مبنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسی بنیاد پر خلافت اسلامیہ کو قائم کیا۔ آپؓ کے دور خلافت میں تمام ملکی و قومی مسائل مجلس شوریٰ میں پیش ہو کر طے پاتے تھے۔ شوریٰ اہل الرائے صحابہؓ پر مشتمل تھی لیکن مخصوص حالات میں عامۃ المسلمین کو بھی مشورے میں شامل کیا جاتا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے : "لاخلافہ الا عن مشورہ" (مشورہ کے بغیر "خلافت" نہیں)۔ شوریٰ کے ممتاز ارکان میں حضرت علیؓ' حضرت عثمان بن عفانؓ' حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ' حضرت معاذ بن جبلؓ' حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ' حضرت زبیرؓ بن العوام' حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ شامل تھے۔ مشورے کے بارے میں "کنزالعمال" میں آپؓ کا ایک بڑا پیارا فرمان موجود ہے کہ "ایک آدمی کی رائے کچے دھاگے کی طرح ہوتی ہے' دو آدمیوں کی رائے بٹے ہوئے دھاگوں کی طرح اور تین کی رائے پختہ رسی کی مانند ہوتی ہے جو ٹوٹ نہیں سکتی"۔ خلافت راشدہ میں مسجد نبوی کو اسمبلی ہال اور سیکرٹریٹ کی حیثیت حاصل تھی۔ مجلس شوریٰ کے اجلاس مسجد نبوی میں ہوتے تھے۔ بعض حالات میں عوام کی رائے معلوم کرنی ہوتی تو شہر میں منادی کرادی جاتی تو وقت مقررہ پر لوگ مسجد میں پہنچ جاتے۔ پہلے دو رکعت نماز نفل ادا کی جاتی اور پھر اجلاس کا آغاز ہوتا' جس میں ہر شخص اپنی رائے پیش کرنے کا مجاز تھا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ کے اصول کو یہاں تک وسیع کیا کہ اگر کسی بیرونی علاقے مثلاً عراق' کوفہ' مصر وغیرہ کے بارے میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہاں کے اہل الرائے افراد کو بلا کر مشورہ میں شامل کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح مہماتی امور کے لئے ممتاز مہاجرین و انصار کی خاص مجلس ہوتی تھی۔ ہر مسلمان کو آزادی رائے اور حکومت کی پالیسیوں پر نکتہ چینی کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ داڑھی والا صدر' ہیومن رائٹس اور جنون گروپ کو بھنگڑا ڈالنا چاہئے۔ (زرداری)

✪ اس بھنگڑے میں اگر آپ کو بھی شریک کر لیا جائے تو کیسا رہے گا؟

☆ توہین عدالت قانون فرسودہ ہو چکا ہے' اسلام کے بھی خلاف ہے۔ (شریف الدین پیرزادہ)

✪ فرسودہ تو پورا عدالتی نظام ہے مگر آپ کو دلچسپی صرف توہین عدالت کے قانون سے کیوں ہے؟

☆ چھوٹے صوبوں کے احساس محرومی سے مشرقی پاکستان جیسی صورتحال پیدا ہو گی۔ (بے نظیر)

✪ "عقل منداں را اشارہ کافی است"

☆ توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم نہیں' اس کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ (اقلیتی رہنما پطرس غنی)

✪ اقلیتوں کیلئے تحفظ ناموس رسالت کا قانون سانپ کے منہ میں چھچھوندر بن چکا ہے۔

☆ صدر اور گورنر کے عہدے نمائشی نہیں ہیں۔ (گورنر پنجاب شاہد حامد)

✪ ہماری ناچیز رائے میں تو اب یہ عہدے خالص "آزمائشی" بن چکے ہیں۔

☆ انصاف کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ پولیس ہے۔ (جسٹس مختار جونیجو)

✪ جسٹس صاحب! یہ بھی فرمائیں کہ یہ رکاوٹ کب اور کیسے دور ہو گی؟

☆ گیمبیا نے بھی قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا۔

✪ تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد

☆ وزیر اعظم کو طاقتور ہونا چاہئے۔ (نواز شریف)

✪ میاں صاحب کی ایک "معصوم" خواہش

☆ قانون ساز اسمبلیوں میں اسی فیصد چور' ڈاکو اور لٹیرے ہیں۔ (اصغر خان)

✪ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

☆ نواز شریف بلا شرکت غیرے ہر چیز کے مالک بننا چاہتے ہیں۔ (حنیف رامے)

✪ آخر اس میں "حرج" کی کیا بات ہے؟

تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی فریاد کے بغیر "Stay" کا حکم جاری کر دیا گیا

جسٹس سجاد علی شاہ نے آئین کی تیرہویں ترمیم کو معطل کرنے سے متعلق اقبال حیدر کی درخواست کی سرسری سماعت کی اور فریق مخالف کے دلائل سنے بغیر ہی پونے گیارہ بجے تیرہویں ترمیم معطل کر دی۔ ترمیم کی معطلی کا فیصلہ چیف جسٹس پہلے سے لکھ کر لائے تھے اور فیصلہ سنانے کے چند منٹ بعد فیصلے کی نقول تقسیم کر دی گئیں۔ فیصلہ جس ٹائپ رائٹر پر ٹائپ کیا گیا وہ سپریم کورٹ میں موجود ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سجاد علی شاہ اور ان کے رفقاء جج پہلے ہی فیصلہ لکھ کر آئے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ فیصلہ پہلے لکھ لیا جائے۔ یہ فیصلہ انصاف' عدل' آئین اور قانون کا خون کر کے لکھا گیا۔

دوسری جانب جسٹس سعید الزماں صدیقی کی سربراہی میں قائم دس رکنی بینچ نے جسٹس سجاد علی شاہ کو بھی پیچھے چھوڑنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ سجاد علی شاہ نے تیرہویں ترمیم معطل کرنے کا فیصلہ سنایا تو ڈپٹی اٹارنی جنرل میاں طارق فیصلہ سنتے ہی ہانپتے کانپتے جسٹس سعید الزماں کی عدالت میں داخل ہوئے اور اٹارنی جنرل کے کان میں سرگوشی کی۔ ڈپٹی اٹارنی جنرل کی بات سنتے ہی اٹارنی جنرل کھڑے ہو گئے اور عدالت کی کارروائی میں مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ ابھی ابھی مجھے ڈپٹی اٹارنی جنرل نے اطلاع دی ہے کہ چیف جسٹس کے بینچ نے تیرہویں ترمیم معطل کر دی ہے۔ یہ سنتے ہی دس کے دس ججوں کے چہروں کے رنگ تبدیل ہو گئے اور جسٹس سعید الزماں صدیقی غصے میں آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ کوئٹہ بینچ کے فیصلے کی روشنی میں چیف جسٹس کے فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ لیکن مجھے خدشہ..... ابھی اٹارنی جنرل کے منہ میں ہی تھا کہ جسٹس سعید الزماں صدیقی نے کہا کہ ٹھیک ہے Stay' اس کے بعد انہوں نے نہایت تیزی اور افراتفری میں ریڈر کو آرڈر لکھوایا اور حکم دیا کہ اسے فوراً ٹائپ کیا جائے اور اس کارروائی کے بعد عدالت برخاست ہو گئی جس کے پون گھنٹے بعد ایک تحریری حکم نامہ جاری کیا گیا (جنگ ۳ دسمبر ۱۹۹۷ء)۔ عدالت کے منصب پر فائز لوگ جب اس مقام پر اتر آئیں اور مسند عدل کو اپنی خواہشات کے لئے استعمال کریں تو اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہتا ہے۔ عذاب کی اس سے بدترین شکل کیا ہو گی کہ عدلیہ میں فاتح فریق اور پسپا ہونے والے دنیا بھر میں رسوا ہو گئے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں اتنا تیز رفتار انصاف کسی فریق کو آج تک فراہم نہیں کیا گیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ عدالت خود مدعی' گواہ' وکیل صفائی اور خود منصف بن گئی ہو۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی فیصلے کی وصولی' درخواست اپیل اور فریاد کے بغیر ہی چیف جسٹس سجاد علی شاہ اور جسٹس سعید الزماں صدیقی نے حکم امتناعی جاری کر دیا۔ حکمرانوں کو بچانے کے لئے فیصلے کتنی عجلت میں لکھے جاتے ہیں اور جب انصاف کے ان ہی دروازوں پر عام آدمی جاتا ہے تو عدالت کے جج اسے قاعدے' قانون بتاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابھی تو ارادے کا اظہار ہوا ہے عملاً ایسا تو نہیں ہوا' ہمیں کیا معلوم کہ فیصلہ ہوا ہے' فیصلہ لاؤ تو فیصلہ مصدقہ نہیں ہے' اس پر حکم جاری نہیں کیا جا سکتا' جلدی کیا ہے عدالت کا وقت ختم ہو گیا ہے' ہم فریقین کو سنے بغیر داد رسی نہیں کر سکتے۔ ایک لاکھ بہانے قانون کی بالادستی کے نام پر کئے جاتے ہیں اور لوگوں کو ریاست کے کارندوں کے رحم و کرم پر مرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک دو نہیں ہزاروں مقدمات ہیں جب لوگ عدالت کے دروازے پر اپنے بچوں کو پولیس اور رینجرز کی دہشت گردی سے بچانے کے لئے فریاد لے کر گئے۔ درخواست کی سماعت بھی نہیں کی گئی اور اسی دوران انتظامیہ نے بچوں کو قتل کر دیا تو سپریم کورٹ کے ظالم جج عبدالحفیظ میمن نے مقدمے کو ناقابل سماعت قرار دے کر خارج کر دیا۔ ایسے مقدمے بے شمار تھے۔ گرفتار شہریوں کی درخواستیں ہفتوں تک انتظامی کارندوں کے بہانوں سے زیر سماعت نہیں آئیں اور ہزاروں قیدی اپنے جرم کی مقرر کردہ سزاؤں سے دگنی تگنی سزائیں گزار چکے ہیں مگر رہائی نہیں ہوئی۔ تب عدالت کے معزز ججوں کے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا' تب انہیں فوری سماعت کا خیال نہیں آتا۔ اس وقت وہ ایف آئی آر اور چالان کے بغیر رہائی کا حکم جاری نہیں کر سکتے۔ اگر اس کا نام عدل و انصاف ہے تو ایسے عدل و انصاف سے اللہ کی پناہ مانگی جائے۔ وہ عدالت' عدالت کہلانے کی مستحق نہیں جہاں انصاف ہر شخص کو اس کے مرتبے اور مقام کے مطابق دیا جائے۔

(بشکریہ: ماہنامہ ساحل کراچی' بابت دسمبر ۹۷ء)

تنظیم اسلامی لاہور شرقی کا دو روزہ دعوتی پروگرام

حلقہ لاہور میں تنظیم اسلامی شرقی کے تحت دو روزہ پروگرام ۱۳ تا ۱۴ دسمبر ۹۷ء کو ٹاؤن شپ کی مسجد جامع صدیقیہ میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے چند واقعات نے مجھے بے حد متاثر کیا جنہیں میں رفقاء کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس پروگرام میں رفقاء کی حاضری بھرپور رہی اور یہ پروگرام مقامی لوگوں کے ساتھ ساتھ ہمارے نوجوان رفقاء کے لئے بے حد مفید رہا۔ اس پروگرام میں حافظ رشید ارشد صاحب کی علمی اور پرسوز تقاریر نے احباب کے دلوں پر دور رس نتائج ثبت کئے۔ ہمارے یہ ساتھی مختلف زاویوں اور اچھوتے انداز میں دین کی اقامت کا تصور یں کرتے ہیں۔ دو روزہ دعوتی پروگرام کے امیر غازی محمد وقاص تھے۔ انہوں نے انتہائی محنت سے یہ پروگرام مرتب کیا اور جماعتی زندگی میں ڈسپلن' امیر کی اطاعت اور اقامت دین کے بارے میں جنگ تبوک میں حضرت کعب بن مالک ؓ کا واقعہ ایسی دل سوزی سے بیان کیا کہ رفقاء کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس واقعہ سے امیر کی اطاعت اور اقامت دین کے تصور کے حوالے سے گہرائی حاصل ہوئی۔

(رپورٹ : محمد یونس طور)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کا خصوصی اجتماع

ماہ دسمبر میں امیر حلقہ نے امرائے تنظیم کی ماہانہ میٹنگ میں تربیتی اجتماع کے انعقاد کی منظوری دی۔ نقیب اسرہ گلگشت کالونی ڈاکٹر منظور حسین' نقیب اسرہ قرآن اکیڈمی شہباز نور اور نقیب اسرہ وسطی محمد اشرف صاحب نے رفقاء سے رابطہ کیا۔ رفقاء کو ۳ مختلف موضوعات تیار کرنے کو کہا گیا۔ ہر رفیق کے لئے ۲۰ منٹ کا وقت طے کیا گیا۔ ۷ دسمبر کی شام کو یہ خصوصی اجتماع منعقد ہوا۔ نقباء کی محنتیں رنگ لائیں۔ یوں ۴۵ رفقاء نے اجتماع میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد سب سے پہلے طارق ستار نے قرآن کے انقلابی فکر پر اظہار خیال کیا۔ موصوف نے واضح کیا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ اس کا تعلق فرد کے عقائد' عبادات و رسومات کے علاوہ اجتماعیت کے سیاسی' معاشی و معاشرتی فکر سے بھی جڑتا ہے۔ اگر کسی معاشرے میں معاشرتی رسومات' معاشی عدل اور سیاسی حریت و آزادی نہیں لیکن نماز روزہ' حج و عمرہ' عقائد و اخلاقیات' اوراد و وظائف' فضائل ہی پر ساری گفتگو اور توانائیاں صرف ہو رہی ہیں تو پھر یہ دین نہیں بلکہ مذہب بن جاتا ہے۔ اس سے معاشرتی استحصال پیدا ہو گا' معاشی ظلم اور سیاسی جبر سامنے آئے گا جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے' جو بالآخر لوگوں کی مذہبی تصورات سے بیزاری کا باعث بنتا ہے۔ سلیم اختر صاحب نے انقلابی کارکن کے اوصاف پر جامع انداز میں گفتگو کی۔ انہوں نے ایثار' قربانی' عزم و استقلال' تقویٰ' تحمل' رواداری' محنت و استقامت کو قرآنی آیات کا جامہ پہنایا اور داد تحسین وصول کی۔ محمد اشرف صاحب کا عنوان تھا "دین و مذہب کا فرق"۔ انہوں نے اس فرق کو ایک درس کی شکل میں واضح کیا۔ راقم نے رفقاء کو "کاروان تنظیم منزل بہ منزل" نامی کتابچے سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا۔ رفقاء کو ندائے خلافت اور میثاق کی توسیع اشاعت کی ترغیب دلائی گئی۔ امیر حلقہ نے مختصر خطاب کیا اور رفقاء سے اگلے دو سال کے لئے امیر مقامی کے بارے میں مشورہ لیا۔ نماز عشاء کے بعد اجتماعی کھانے کا پروگرام ہوا جس کا اہتمام رفیق تنظیم جناب متین اصغر نے کیا۔

تنظیم اسلامی پشاور کی یک روزہ دعوتی و تربیتی نشست

تنظیم اسلامی پشاور کے زیر اہتمام دس رفقاء پر مشتمل ایک قافلہ قریبی قصبے اکبر پورہ میں دعوت و تربیت کے لئے گیا۔ ایک روزہ پروگرام مقامی رفیق مزین شاہ کی دعوت پر ترتیب دیا گیا تھا۔ پشاور سے رفقاء اکبر پورہ پہنچے امیر قافلہ غلام مقصود نے رفقاء کو آداب اور پروگرام کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ انجینئر طارق خورشید نے "تعارف تنظیم" نامی کتابچہ کا مطالعہ کروایا۔ بعد میں مقامی لوگوں سے باہمی تعارف حاصل کیا گیا۔ تنظیمی فکر اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے حوالے سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ بعد نماز ظہر برادرم یوسف علی نے "فکر آخرت" کے حوالے سے گفتگو کی۔ نماز عصر کے بعد غلام مقصود صاحب نے قرآن حکیم کے دو مختلف مقامات سے ترجمہ و تذکیر کا فریضہ ادا کیا۔ بعد ازاں غلام مقصود' جمشید عبداللہ اور طارق خورشید تین افراد سے ایک خصوصی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ تینوں حضرات پڑھے لکھے اور محدود مذہبی سوچ سے متنفر تھے' پرویزی خیالات کی جھلک بھی ان کے سوالوں سے ملی۔ ہمارے جوابات سے مطمئن ہونے کے نتیجے میں وہ مغرب کے بعد دعوتی پروگرام میں بھی شریک ہوئے جس میں جمشید عبداللہ نے تنظیم اسلامی کی دعوت پیش کی۔ قریبی مسجد میں انجینئر طارق خورشید نے خطاب کیا۔ بعد ازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ احباب نے یہ تقاضا بھی کیا کہ ایسا ہی ایک اور پروگرام آئندہ ماہ بھی ہونا چاہئے۔

(رپورٹ : ذاکر شاہ)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کا دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی ملتان کا دعوتی اجتماع 25 نومبر کو ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی ملتان شہر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی صاحب کی خواہش پر ملتان شہر سے باہر سورج میانی کالونی میں اس پروگرام کا انعقاد ہوا۔ 25 نومبر کے دعوتی اجتماع کے لئے دعوتی ہینڈ بلز ایک ہزار کی تعداد میں چھپوائے گئے۔ مقررہ مسجد کے سامنے ایک دن پہلے بینر بھی آویزاں کر دیا گیا تھا۔ سورج میانی کے رفقاء شہزاد صاحب اور عمران صاحب نے نماز ظہر مقررہ مسجد میں ادا کی۔ اس کے بعد نائب امیر تنظیم اسلامی ملتان شہر جناب سعید اظہر عاصم صاحب نے مشورہ کے بعد تمام رفقاء کو دو گروپوں میں تقسیم کیا اور ان کو ہینڈ بلز دیئے۔ ایک گروپ کے رہبر خود نائب امیر صاحب تھے جب کہ دوسرے گروپ کے رہبر مقامی رفیق محترم شہزاد صاحب تھے۔ دونوں گروپوں نے عصر کی نماز تک ہینڈ بلز تقسیم کئے۔ بعد نماز عصر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی کے ہمراہ مزید رفقاء مسجد فاروقیہ پہنچے۔

عصر کی نماز کے بعد بقیہ ہینڈ بلز کی تقسیم حافظ اقرار الحق اور راقم کے ذمہ لگائی گئی۔ حسب پروگرام امیر حلقہ پنجاب جنوبی کا خطاب شروع ہوا۔ امیر صاحب نے "موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری" کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج ہر شخص پریشان ہے کیونکہ ہم اللہ کے دین پر عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ ہر شخص من مانی زندگی بسر کر رہا ہے ہر معاشرتی برائی ہمارے اندر موجود ہے۔ مسلمان آج پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں حالانکہ وہ اللہ اس کے رسول ؐ کی آخری امت ہیں۔ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے نقش قدم پر چل کر اپنی عزت محسوس کرتے ہیں۔ انہی کی تہذیب و تمدن' انہی کی ثقافت' انہی کا نظام تعلیم اور انہی کا نظام سیاست و معاشرت اور معیشت آج بھی سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ دنوں ملکہ برطانیہ پاکستان تشریف لائی تھیں۔ اہل اقتدار کس طرح جھک جھک کر انہیں سلام عقیدت پیش کرتے رہے۔ جب تک مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں میں قرآن اور تلوار کو تھامے رکھا اسلام پوری دنیا میں ایک نمونہ حیات بن گیا۔ لوگوں نے اسلام کی حقانیت کو پہچانا۔ بادشاہ وقت بھی لوگوں کو خادم عوام کے روپ میں نظر آئے۔ مگر آج جس طرح قومی اداروں کی تذلیل ہو رہی ہے اور جس طرح اسلام پوری دنیا میں بدنام ہو رہا ہے اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ آج تعلیم کے نام پر کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کے بچوں اور بچیوں کی جس طرح Brain Washing کی جا رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ آج والدین اپنی اولاد سے پریشان ہیں کہ وہ مستقبل میں کیا کردار ادا کریں گے۔ وہ ان کے لئے صدقہ جاریہ بنیں گے یا عذاب الٰہی کا سبب۔ آج ہم خود ڈش انٹینا اور ٹی وی خرید کر گھر لاتے ہیں اور اپنی اولاد کی گمراہی کا سبب بن رہے ہیں۔ آج اولاد نافرمان کیوں ہے؟ مسجدیں ویران کیوں ہیں؟ ہماری بیٹیاں سر پر دوپٹے لینے کی بجائے ننگے سر سڑکوں پر کیوں نظر آتی ہیں؟ یہ سب اسلام سے دوری اور دنیا سے محبت کا نتیجہ ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص خلوص دل سے توبہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کی تجدید کرے۔ مادہ پرستی پر انحصار کی بجائے خدا خوفی کا رویہ اپنائے۔ ذاتی مفاد پر قومی

مفاد اور خدمت اسلام کو ترجیح دے۔ امربالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہوئے۔ دین اسلام کا زندہ نمونہ بنے۔ تاکہ پاکستان پر نظام خلافت قائم ہونے کی راہ ہموار ہو سکے۔ (مرتب : شہباز نور)

ماہ شعبان کے دوران تنظیم اسلامی گجرات کی خصوصی دعوتی سرگرمیاں

دعوت و اقامت دین کی جدوجہد کے حوالے سے گجرات کے رفقائے تنظیم اسلامی اپنی بساط کے مطابق وقت نکالتے رہتے ہیں۔ تنظیم اسلامی گجرات کے زیراہتمام چار مقامات پر دروس قرآن کے حلقے قائم ہیں جن میں سے ۲ مقامات پر راقم' جبکہ مختلف مقامات پر احسان اللہ صراف صاحب اور شمس العارفین صاحب درس قرآن دیتے ہیں۔

ماہ شعبان میں رمضان المبارک کی تیاری کے ضمن میں مزید دروس قرآن کا پروگرام بنایا گیا۔ اس سلسلہ میں شمس العارفین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ موصوف کے دو دروس ۲۴ نومبر کو جامع مسجد زمیندار ڈگری کالج اور جامع مسجد شاہ اسماعیل شہیدؒ میں ہوئے' موضوع درس "عظمت قرآن" تھا۔ یکم دسمبر کو جامع مسجد انوار مدینہ میں درس قرآن بعنوان "عظمت قرآن" ہوا۔ ۸ دسمبر کو جامع مسجد زمیندار ڈگری کالج میں دوبارہ شمس العارفین نے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کے موضوع پر درس دیا۔ ۱۵ دسمبر کو راشدی صاحب کی رہائش گاہ پر اور جامع مسجد محلّہ ممدہ شرقی میں دروس قرآن ہوئے۔ ان دروس کا موضوع بھی "عظمت قرآن" ہی تھا۔

دوران ماہ راقم نے مسجد عمرفاروقؓ میں جمعہ کے دن ہفتہ وار درس قرآن کا آغاز کیا اور "عظمت قرآن" اور "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" پر خطاب ہوا۔
(مرتب : عبدالرؤف)

اسرہ ایبٹ آباد کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

۷ دسمبر کو حلقہ شمالی پنجاب کے زیراہتمام احتجاجی ریلی منعقد کی گئی جس میں اسرہ کے رفقاء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تنظیم اسلامی اسرہ ایبٹ آباد کے رفقاء ہرماہ ایک شب بسری اجتماع کا انعقاد کرتے ہیں۔ اس ماہ رفیق تنظیم جناب عبدالجلیل صاحب کے مشورے کے مطابق مدینہ مسجد ایبٹ آباد میں شب بسری کا انعقاد ہوا۔ طے شدہ شیڈول کے مطابق پروگرام کا آغاز فرائض دینی کے جامع تصور سے ہوا۔ راقم نے چارٹ کی مدد سے فرائض دینی کے جامع تصور پر گفتگو کی۔ اس دوران ڈاکٹر صاحب کا ویڈیو پروگرام "The Clash of Civilization" ایک دوست کے ہاں دیکھا گیا۔ نماز عشاء کے بعد ایک مضمون "قرب الٰہی کے دو راستے" کا اجتماعی مطالعہ کیا گیا۔ طاہر عرفان نے سورۂ تغابن کی تلاوت کی جبکہ راقم نے ترجمہ پڑھا اور اس سورہ کے مضامین پر تمام رفقاء سے گفتگو کی۔

بعد ازاں تمام رفقاء نے "عظمت صوم احادیث کی روشنی میں" کا مطالعہ کیا اور باہم مذاکرہ بھی ہوا۔ اس کے بعد نظام العمل کے حوالے سے مبتدی اور ملتزم رفقاء کے اوصاف اور ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں گفتگو ہوئی اور نظم کے تقاضے سامنے آئے۔ اس بابرکت محفل کا اختتام دعا پر ہوا۔ (رپورٹ : ذوالفقار علی)

رفقاء تنظیم اسلامی گجرات کی سرگرمیاں

طے شدہ پروگرام کے مطابق تربیتی اجتماع میں شرکت کے لئے رفقاء تنظیم اسلامی گجرات دفتر پہنچے۔ باہمی تعارف سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ جناب احمد علی بٹ نے تعارف کے لئے باقاعدہ مرتب شدہ سوالنامہ رفقاء میں تقسیم کیا۔ نماز عشاء اور کھانے سے فراغت کے بعد "فرائض دینی کا جامع تصور" نامی کتابچے کا مطالعہ کیا گیا۔ تین گروپوں میں رفقاء نے مطالعہ لٹریچر کے پروگرام کی تکمیل کی۔ دوسرے روز نماز فجر سے پہلے رفقاء نے انفرادی طور پر نوافل اور تلاوت قرآن کی ادائیگی کی۔ بعد ازاں تجویز کے پروگرام کی نگرانی جناب عبدالرؤف نے کی۔ بعد نماز فجر "درس حدیث" اور "سیر صحابہ" کے موضوع پر اشرف ندیم صاحب اور جناب مقصود احمد بٹ نے خطاب کیا۔ ادعیہ ماتورہ اور اذکار مسنونہ یاد کروانے کے فرائض جناب عبدالرؤف نے ادا کئے۔ بعد ازاں جمشید رضا گجر نے "نظام خلافت کے علمبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ" کے موضوع پر خطاب کیا۔ ناظم تربیت نے مبتدی اور ملتزم رفقاء کو الگ الگ اہداف دیئے جن کا جائزہ اگلے تربیتی پروگرام میں لیا جائے گا۔ جناب احسان اللہ' حاجی ظفر ڈاکٹر مشتاق اور راقم نے تربیتی خطابات کئے۔ اس تربیتی پروگرام میں 22 رفقاء نے شرکت کی۔ (رپورٹ : مزمل حسین)

ناظم رابطہ جہلم کی سرگرمیاں

نقیب اسرہ دائیوال چوہدری محمد صدیق کے تعاون سے رفقاء تنظیم سے ملاقات کے بعد راقم نے فکر آخرت کے موضوع پر خطاب کیا۔ بعد ازاں رفقاء کا اجتماع منعقد ہوا جس میں فقاء سے تنظیم کے کام کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پر تبادلہ خیال ہوا۔ نقیب اسرہ سے تنظیمی امور پر گفتگو ہوئی۔ نماز فجر کے بعد جامع مسجد دائیوال میں "درس حدیث" کا پروگرام ہوا۔OO

امیر تنظیم اسلامی لاہور جنوبی جناب غازی محمد وقاص کے نام تعزیتی خطوط

جن میں رفقاء کے لئے بھی سبق آموزی کے پہلو موجود ہیں

عزیز القدر وقاص طولعمرہ'
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کے صاحبزادے کے سانحہ ارتحال کی خبر سے ازحد دلی رنج اور دکھ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بے شک ہم سب نے اسی کی طرف لوٹنا ہے جلد یا بدیر۔ رب تبارک کا فیصلہ ہے کہ انسان خسارے میں ہے لیکن ہم سراب گزیدہ' یہ سمجھتے ہیں کہ اولاد نرینہ ہماری پیرانہ سالی کا عصا بنے گی جب کہ حقیقت سے ہم بے خبر ہیں۔ اسی بے نیاز کی ذات واقف ہے کہ ہمارے لئے کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے۔ لیکن ہم امیدوں کے سہارے جیتے ہیں ایک خوش آئند مستقبل کے انتظار میں۔ اس لئے جب امید کا ایک بندھن ٹوٹ جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہماری شخصیت کا ایک پہلو بھی شکست وریخت کا شکار ہوتا ہے۔ رب تبارک کا بے پایاں کرم ہے کہ اس نے آپ کو عمیق بصیرت سے نوازا ہے اس لئے یقیناً آپ اس صدمہ کو رضائے ربانی سمجھ کر صبر وشکر سے برداشت کرلیں گے اور یہی میری دعا ہے۔ رب کریم آپ کی اہلیہ کو بھی صبر جمیل عطا فرمائے۔ والسلام

جناب بھائی وقاص صاحب' السلام علیکم

امید ہے کہ آپ اور بھابی پہلے سے کچھ بہتر ہوں گے۔ زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور کس کو کتنی زندگی اور کتنے وقت کے لئے دنیا میں بھیجنا ہے اس کے بارے میں بھی وہی الحکیم العلیم ہستی جانتی ہے۔ یہ دنیا ایک گاڑی کی مانند ہے جس میں ہر اسٹیشن سے کچھ لوگ چڑھتے ہیں اور کچھ اترتے ہیں جس کا اسٹیشن پہلے آجاتا ہے وہ پہلے اتر جاتا ہے اور جس کا بعد میں وہ بعد میں۔ آج ہی ایک حدیث نظر سے گزری کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جس کے تین معصوم بچے فوت ہو گئے وہ اسے جہنم کی آگ سے بچا کر جنت میں لے جائیں گے۔ کسی کے پوچھنے پر کہ اگر کسی کے دو فوت ہوں تو فرمایا وہ بھی جنت میں ویسے چلا جائے جیسے تین مرنے والے اپنے والدین کو لے گئے اور جب بات ایک تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ بہرحال بحیثیت باپ دکھ وملال فطری بات ہے چار بچیوں کے بعد اولاد نرینہ دی تھی۔ اللہ نے وہ بھی لے گیا اس پر اور بھی دکھ بڑھ جاتا ہے۔ ہم اللہ کی مرضی کے آگے بے بس ہیں' چار وناچار اس کو قبول وتسلیم کرنا ہی پڑتا ہے اللہ آپ دونوں اور باقی پسماندگان کو صبر ایوبیؑ سے نوازے اور اللہ نیک وصالح اولاد نرینہ سے نوازے آمین۔ بہرحال ہم سب کو اس ربانی فیصلے کو قبول کرنا ہے اور احسن طریقہ سے کرنا ہے اس کا مال تھا وہ لے گیا۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کی امانت احسن طریقے سے لوٹائیں تاکہ خیانت کے مرتکب نہ ہو جائیں۔OO

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۷، شمارہ 1
سالانہ زرتعاون -/۲۴۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس- ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶- کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم امہ۔ خبروں کے آئینے میں (انتخاب: مرزا ندیم بیگ)

عالمی طاقتیں انسانی حقوق کے نام پر بدکاری پھیلاتی ہیں

افغانستان کے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کو انسانی حقوق اور عورتوں کی تعلیم کے نام پر ہم اپنا معاشرہ تباہ نہیں کرنے دیں گے۔ سرکاری ریڈیو "شریعت" پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ عالمی ادارہ سرمایہ دار قوتوں کے زیر اثر ہے جو مسلمانوں کو گمراہ کر کے بدکاری پھیلانا چاہتی ہیں۔ ہم تعلیم کے نام پر عورتوں کو فحاشی نہیں سکھا سکتے، ہم قرآن کے پیروکار ہیں، لوگوں کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنا پڑتا ہے، قرآن کو کسی کی خواہشات کے سانچے میں نہیں ڈھالا جا سکتا۔ ہم عورتوں کو قرآن کے حکم کے مطابق جو حقوق دیئے جا سکتے ہیں، دیں گے۔ کسی کو بدکاری کا دروازہ کھولنے کی جسارت نہیں کرنے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ جس قوم میں بدکاری پھیلتی ہے وہ تباہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس کے مرد بھی عورتوں جیسے ہو جاتے ہیں اور عورتیں اپنا دفاع نہیں کر سکتیں، بالآخر کفر کی قوتیں ان پر غالب آ جاتی ہیں۔

اسلام شمالی امریکہ اور افریقہ میں تیزی سے پھیل رہا ہے

امریکہ کے مسلمان رہنما فرخان لوئیس نے مسلم امہ پر زور دیا ہے کہ وہ عراق اور سوڈان پر عائد بین الاقوامی پابندیوں کے خلاف متحد ہو کر مزاحمت کریں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام اکیسویں صدی کا مذہب ہے، یہ شمالی امریکہ اور افریقہ میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ رمضان شریف کے آغاز کے موقع پر اپنے پیغام میں لوئیس فرخان نے کہا کہ پوری مسلم امہ رمضان شریف میں ایک نئے ورلڈ آرڈر کے لئے خصوصی دعائیں مانگے جو قرآن پاک کی تعلیمات اور سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہو۔ انہوں نے مسلم امہ پر زور دیا کہ وہ مسلمان ممالک پر عائد عالمی پابندیوں کے خلاف باہم متحد ہو جائیں۔ یہی واحد راستہ ہے جس سے ہم عراق، لیبیا اور سوڈان میں اپنے مسلمان بھائیوں کو مشکلات سے نکال سکتے ہیں۔

یاسر عرفات نے کرسمس کی تقریبات میں شرکت کی

فلسطین کے صدر یاسر عرفات نے کرسمس کے موقع پر اپنی عیسائی بیوی سوہا عرفات کے ہمراہ گرجا گھر میں کرسمس کی رسومات میں شرکت کی۔ بیت اللحم، جو کہ حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش ہے، وہاں کرسمس کی رسومات عیسائی مذہب کے تحت جوش و خروش اور عقیدت سے منائی گئیں۔

یہودیوں نے ملائشیا کا تجارتی بائیکاٹ کر دیا

ملائشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد کے ریمارکس کے بعد یہودیوں نے ان کے ملک کا تجارتی بائیکاٹ کر دیا ہے۔ فار ایسٹرن اکنامک ریویو کے مطابق انہوں نے حال ہی میں یہودیوں کے خلاف بعض باتیں کی تھیں جس کے بعد ملائشیا کے صنعت کاروں کو ایک امریکی یہودی کا خط موصول ہوا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ آئندہ وہ ملائشیا کی مصنوعات نہیں خریدے گا۔ اس نے لکھا ہے کہ میں اب آپ [illegible] سے مال کی خریداری کے بارے میں کوئی آرڈر نہیں لوں گا اور اپنے [illegible] سری یہود [illegible] ئیوں سے بھی کہوں گا کہ وہ ملائشیا کا مال نہ خریدیں۔

بابری مسجد کی جگہ قومی یادگار بنا دی جائے ○ بال ٹھاکرے

بھارتی ریاست مہاراشٹر کی حکومت کے ریموٹ کنٹرول کہلانے والے بال ٹھاکرے نے کہا ہے کہ بابری مسجد کی جگہ پر قومی یادگار تعمیر کر دینی چاہئے۔ رام کسی ایک جگہ کا مالک تو نہیں تھا وہ تو اکھنڈ بھارت کا راجہ تھا، پھر آپ اس کو صرف بابری مسجد پر کیوں لٹکا دینا چاہتے ہیں۔ شیوسینا کے چیف نے کہا کہ بابری مسجد کی جگہ پر جسے ہندو رام کی جنم بھومی کہتے ہیں ایک ایسا پراجیکٹ بنانا چاہئے جہاں مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی غرض سبھی لوگ آئیں یا پھر اس جگہ پر ہندو اپنا مندر بنالیں اور مسلمان اپنی مسجد کھڑی کر لیں۔

ایران میں پہلی مرتبہ تین خواتین ججوں کی تقرری

۱۹۷۹ء میں انقلاب کے بعد پہلی مرتبہ ایرانی حکومت نے چار خواتین کو جج مقرر کیا ہے۔ ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کے مطابق اس ہفتے صوبہ تہران کے شہر "رے" میں چار خواتین وکلاء کو فیملی کورٹ کی جج مقرر کیا گیا ہے۔

جاپان چار این جی اوز کو 70 لاکھ ڈالر دے گا

جاپان پاکستان کی چار غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کو ۷ ملین ڈالر کی گرانٹ دے گا۔ اس سلسلے میں جاپانی سفیر نے ایک معاہدہ پر دستخط کئے ہیں۔ یہ امداد ملک میں پرائمری ایجوکیشن، ویمن ڈویلپمنٹ، ہیلتھ کیئر، سپیشل ایجوکیشن، ووکیشنل ٹریننگ برائے معذوراں کے لئے دی گئی ہے۔ جاپانی سفیر نے ان این جی اوز پر زور دیا ہے کہ جن مقاصد کے لئے یہ امداد دی جا رہی ہے وہ انہی مقاصد کے لئے اسے استعمال کریں۔

اسلامی رفاہ پارٹی پر پابندی نہ لگائی جائے ○ تانسو چیلر

ترکی کی سابق خاتون وزیر اعظم مسز تانسو چیلر نے آئینی عدالت پر زور دیا ہے [illegible] سابق وزیر اعظم نجم الدین اربکان کی اسلامی رفاہ پارٹی پر پابندی عائد نہ کی جائے۔ تانسو چیلر نے کہا کہ جدید جمہوریتوں میں پارٹیوں پر پابندی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی رفاہ پارٹی پر پابندی اس کے لاکھوں ووٹروں کے لئے سزا کے مترادف ہو گی۔ تانسو چیلر کے اس بیان کے بعد ان کی ٹرو پاتھ پارٹی ترکی کی پہلی سیاسی پارٹی ہے، جس [illegible] رفاہ پارٹی پر پابندی کی مخالفت کی ہے۔

مسلمانوں کی حمایت کیلئے کانگریس اور بی جے پی میں دوڑ

بھارت کے نئے عام انتخابات جیتنے کے لئے دو بڑی سیاسی پارٹیوں کانگریس آئی اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے درمیان باقاعدہ زبردست دوڑ شروع ہو گئی ہے۔ ان انتخابات کا حیران کن پہلو یہ ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی جو روایتی طور پر مسلمانوں کی مخالف بلکہ شدید دشمن جماعت ہے، مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے زبردست بھاگ دوڑ کر رہی ہے۔ بی جے پی کی یہ سیاسی جدوجہد اب تک انتہائی کامیاب رہی ہے اور کئی سرکردہ مسلمان رہنما کانگریس آئی کا ساتھ چھوڑ کر بھارتیہ جنتا پارٹی میں شامل ہو گئے ہیں۔